بھوت کی حویلی
اشتیاق احمد

دو باتیں

السلام علیکم!

امید ہے، آپ خیریت سے ہوں گے۔ آپ کے خطوط مجھے ملتے رہتے ہیں، ان خطوط سے جہاں آپ کی خیریت معلوم ہوتی رہتی ہے، وہاں ناولوں کی پسند ناپسند کی اطلاع بھی ملتی رہتی ہے۔ اور میرے ناولوں کی آمد، ان کا آپ تک پہنچنا آپ کو یہ بتاتا ہے کہ میں ابھی زندہ ہوں اور چل رہا ہوں۔ اس دور میں زندہ رہنا اور چلتے رہنا بھی تو آسان کام نہیں رہ گیا۔ اسلام دشمن طاقتیں ہر طرف دانت نکالے بیٹھی ہیں۔ ذرا کسی کو چلتے بھی دیکھ لیتی ہیں تو ان کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چونکہ اندھی ہیں۔ اور کسی کی آواز بھی ان کے خلاف اگر معاشرے میں سنائی دے جاتی ہے تو اس آواز کا بھی گلا گھونٹنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اب آپ میرے دھان پان سے ادارے ہی کو لے لیجیے۔ یہ ہے کیا۔ اس کی بساط کیا ہے۔ بہت چھوٹا سا، بہت معمولی سا، شاید بچوں کی کتابیں شائع کرنے والا ادارہ۔ جس سے شائع بھی صرف میری کتابیں ہوتی ہیں۔ گویا بہت محدود کام ہے۔ لیکن چونکہ میرا ذہن خالص اسلامی ہے۔ اور میں چاہتا ہوں، پاکستان کا ہر مسلمان شہری اسلامی ذہن کا بن جائے۔ اس لیے اپنے ناولوں میں یہ کوشش کرتا رہتا ہوں۔ بس یہی بات غیر مسلمان طاقتوں کو پسند نہیں، برداشت نہیں۔ آج کل میرے خلاف اخبارات میں خوب لکھ کر بھیجا جا رہا ہے۔ انگریزی اخبارات کیا اور اُردو کیا۔ اور رسائل کیا۔ اور مطالبہ ان کا کیا ہے کہ اس ادارے کو بند کرنے کے احکامات جاری کیے جائیں۔ اب ذرا آپ کہیں۔ میرے ناول اسلام کی محبت، وطن کی محبت اور ایک دوسرے سے ہمدردی سے لبریز ہوتے ہیں یا نہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ طاقتیں اسلام کے خلاف کیوں کام کر رہی ہیں؟ اگر یہ کر سکتی ہیں تو ہمیں اپنے دفاع کا حق کیوں نہیں ہے؟

کوئی بتائے کہ ہم بتلائیں کیا؟

اشتیاق

یکم مارچ ۱۹۹۵ء

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

- یہ وقت نماز کا تو نہیں —
- آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا —
- کل آپ کا کوئی ٹیسٹ یا امتحان تو نہیں —
- آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا —
- آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہے تو ناول [illegible] پہلے [illegible] پھر ناول پڑھیے۔ شکریہ!

مخلص:

اشتیاق احمد

چائے کا بھوت

"ہم... میرا بھوت چوری ہو گیا ہے جناب۔"

"تو کسی تھانے میں جا کر چوری کی رپورٹ... ہائیں... کیا کہا آپ نے۔" محمود دھک سے رہ گیا۔

"ہاں... جی! میرا بھوت چوری ہو گیا ہے۔"

"مذاق کرنے کے لیے بھی آپ کو صرف ہم ہی ملے ہیں۔" فاروق نے جل بھن کر کہا۔

"یہ مذاق نہیں ہے۔" اس نے جھلا کر کہا۔

"تو آپ کا بھوت چوری ہو گیا ہے..." فاروق نے قریباً" چیخ کر کہا۔

"کیا ہے... فاروق کیوں چیخ رہے ہو... بری بات ہے... کسی ملاقاتی سے اس طرح چیخ کر نہیں بولا کرتے۔"

"جی بہت بہتر! لیکن آپ نے ان کی بات نہیں سنی۔"

"کیا بات نہیں سنی... تم بتا دو۔"

"یہ کہہ رہے ہیں... میرا بھوت چوری ہو گیا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔۔۔ انہیں پیسے دے دو۔۔۔ یہ اور لے آئیں گے۔"

"اوہو! امی جان یہ مالی مدد کے لیے نہیں آئے۔۔۔ اپنا بھوت تلاش کرانے آئے ہیں۔"

"کیا کہا۔۔۔ بھوت تلاش کرانے آئے ہیں۔۔۔ بھوت چوری ہو گیا ہے ان کا۔"

انہوں نے چلا کر کہا۔

"اور اب آپ کیوں چلائیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"ارے باپ رے۔۔۔ اب بھوت بھی چوری ہونے لگے۔"

"مجبوری ہے۔۔۔ بے چارے کر بھی کیا سکتے ہیں۔"

"کون بے چارے۔۔۔ کن کی بات کر رہے ہو۔" بیگم جمشید نے گھبرا کر کہا۔

"بھوتوں کی اور کن کی۔۔۔ یہاں تو بات ہی صرف بھوتوں کی ہو رہی ہے۔"

"آخر وہ کون ہے جو بھوتوں کو چوری کرنے پر تل گیا۔"

"ارے! آپ کو کیسے معلوم ہوا۔۔۔ وہ تل بھی گیا ہے۔"

"بس۔۔۔ بس۔۔۔ مجھے بامحاورہ چکر دینے کی کوشش نہ کرو۔"

"بامحاورہ چکر۔۔۔ ارے باپ رے۔۔۔ یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

"بات کہاں کی کہاں پہنچ گئی۔۔۔ امی جان۔۔۔ آپ ذرا ٹھہریں۔۔۔ پہلے

ہم ان کی سن لیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔ لیکن بعد میں تمہیں مجھے مطمئن کرنا ہوگا۔۔۔ ورنہ میں تم سے سمجھ لوں گی۔"

"ہمارے ابا جان کے اور آپ ہر چیز سمجھ لیجئے گا۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"حد ہو گئی۔۔۔ اس بے چارے کو بات کرنے کا موقع ہی نہیں دیا جا رہا۔۔۔ میں کہتا ہوں۔۔۔ سب لوگ خاموش ہو جائیں اور ملاقاتی کی بات سنیں' ہاں جناب اب فرمائیے۔۔۔ آپ کیا کہہ رہے تھے۔"

"میرا بھوت چوری ہو گیا ہے۔"

"آپ نے تھانے میں رپورٹ درج کرائی۔"

"میں وہاں گیا تھا۔۔۔ لیکن انہوں نے مجھے دھکے دے کر باہر نکال دیا۔۔۔ اب بتائیے میں کیا کروں۔"

"کیوں۔۔۔ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔"

"ان کا کہنا ہے کہ۔۔۔ بھوت بھی بھلا چوری ہوتے ہیں۔۔۔ بھاگ جاؤ ورنہ تمہیں حوالات میں بند کر دیں گے۔"

"تو پھر۔۔۔ آپ ہمارے پاس کیوں آئے۔"

"میں نے سوچا۔۔۔ آپ لوگوں کے علاوہ کون میرا بھوت تلاش کر کے دے گا۔"

"یہ مذاق کا آخر کون سا موقع ہے۔۔۔ کون سا طریقہ ہے۔۔۔ کون سا

وقت ہے۔۔۔ کون سا ٹائم ہے۔" فاروق نے رکے بغیر کہا۔

"توبہ ہے تم سے کون سا کون سا کے ڈھیر لگا کر رکھ دیے۔"

"چلو لاشوں کے ڈھیر تو نہیں لگائے۔"

"محمود! تم ملاقاتی کے لیے چائے لے جاؤ۔"

"واہ امی ہوں تو ایسی۔۔۔ اس بے چارے کو پڑی ہے اپنے بھوت کی اور آپ پلا رہی ہیں چائے۔"

"بھئی یہ چائے پئیں گے تو ان کا بھوت ملے گا۔"

"ہائیں۔ کیا مطلب۔۔۔ چائے اور بھوت کا آپس میں بھلا کیا تعلق۔"

"چائے کا بھوت بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ یا بھوت کی چائے بھی ہو سکتی ہے۔۔۔ مطلب یہ کہ چائے اور بھوت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"مجھے تو اس وقت تم بھی کسی بھوت سے کم نہیں لگ رہے ہو۔۔۔ بھوت بھوت لگا رکھی ہے۔" بیگم جمشید نے جل بھن کر کہا۔

"ان حالات میں۔۔۔ جب بھوت چوری ہونے لگیں۔۔۔ ہم اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔"

"ارے تو کیا بھوت بھوت کرنے سے ان کا بھوت مل جائے گا۔" بیگم جمشید نے جھلا کر کہا۔

"پتا نہیں۔۔۔ کچھ کہا نہیں جا سکتا۔"

"اچھا بابا۔۔۔ تمہاری تم ہی جانو۔" انہوں نے تملا کر کہا، اور خاموش

ہو گئیں۔

"دیکھیے جناب۔۔۔ ہمیں بھوتوں کو پکڑنے کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔"

"پکڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ بس آپ اسے تلاش کر دیں۔۔۔ پکڑ [...]یں خود لوں گا۔" اس نے فوراً کہا۔

"دیکھو بھائی۔۔۔ مذاق بہت ہو چکا۔۔۔ کیا تمہیں کچھ پیسوں کی ضرورت ہے۔"

"آپ تھانے فون کر کے معلوم کر لیں۔۔۔ میں وہاں گیا تھا یا نہیں" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"کون سا تھانہ ہے آپ کا۔"

"منوں آباد۔" اس نے کہا۔

محمود نے فوراً منوں آباد کے تھانے کے نمبر ملائے۔۔۔ سلسلہ ملنے پر [...]ں نے اپنا تعارف کرانے کے بعد کہا۔

"کیا کوئی شخص اپنے بھوت کی چوری کی رپورٹ درج کرانے آیا [...]"

"اوہ ہاں جناب۔۔۔ وہ اک پاگل شخص تھا۔۔۔ بھلا کہیں بھوت بھی [...]ی ہوتے ہیں۔"

"اوہ اچھا۔۔۔ خیر۔" یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا اور اس کی طرف [...]

"آپ کا نام؟"

"غلام رسول جناب" اس نے فوراً کہا۔

"یہ پورا نام ہے آپ کا غلام رسول جناب۔" فاروق نے حیران ہو کر پوچھا۔

"نام غلام رسول ہے' جناب میں نے آپ کو کہا ہے... یہ میرے نام کا حصہ نہیں ہے۔"

"اوہ اچھا ٹھیک ہے... اب آپ ذرا وضاحت کریں... اپنی بات کی۔"

"میں جس مکان میں رہتا ہوں۔"

عین اس وقت دروازے کی گھنٹی بجی۔

"ابا جان آگئے۔" یہ کہہ کر محمود باہر کی طرف دوڑا گیا۔

"یہ اچھا ہوا... اب آپ کے والد میری بات سن لیں گے۔" غلام رسول نے کہا۔

"سن تو خیر ہم بھی رہے تھے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"لیکن میری بات کو مذاق خیال کر رہے تھے۔"

"بات ہی کچھ ایسی تھی... اب ہم کیا کرتے۔"

اسی وقت قدموں کی آواز ابھری اور پھر انسپکٹر جمشید محمود کے ساتھ اندر داخل ہو گئے۔

"یہ ہیں وہ..." محمود بولا۔

"اور یہ کیا کہتے ہیں۔"

"ان کا بھوت چوری ہو گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے... تھانے میں جا کر رپورٹ درج کرا دیں۔"

"گیا تھا... وہ رپورٹ درج نہیں کرتے۔"

"کیوں... وہ کیا کہتے ہیں۔"

"ان کا کہنا ہے... میں پاگل ہوں... کہیں بھوت بھی چرائے جا سکتے ہیں۔"

"اور آپ میرے پاس چلے آئے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اور کیا کرتا... جہاں بھی جاتا' مذاق ہی اڑایا جاتا۔"

"ہوں خیر... بات کیا ہے۔"

"بات ہی تو بتا رہا ہوں... میرا بھوت چوری ہو گیا ہے۔"

"کیا وہ کوئی کھلونا تھا... بھوت نما۔"

"نہیں... بھوت تھا سچ مچ کا۔"

"سچ مچ کے بھوت کو کوئی چوری بھی کر سکتا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"جی ہاں! کیوں نہیں... کوئی اس سے بڑا بھوت۔"

"آپ کا مطلب ہے... آپ کے بھوت کو کسی بڑے بھوت نے اغوا کر لیا ہے۔"

"اغوا... ہاں... اغوا بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"بہت خوب! اب کچھ کچھ بات بنتی نظر آتی ہے... مہربانی فرما کر

وضاحت کریں۔۔۔ آپ کا بھوت کہاں رہتا تھا۔"

"میرے گھر میں اور کہاں رہتا وہ۔"

"اور آپ خود کہاں رہتے ہیں۔"

"اورنگ آباد۔" اس نے کہا۔

"وہاں آپ کا اپنا گھر ہے۔ یا کرائے پر لے رکھا ہے۔"

"میرا آبائی گھر۔ بلکہ خاندانی گھر۔۔۔ وہ میرے ساتھ میرے آبائی گھر میں رہتا تھا۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا' اس وقت سے۔۔۔ یہاں تک کہ میں بڑا ہو گیا۔ میرے ماں باپ فوت ہو گئے۔۔۔ ماں باپ نے بتایا تھا ک میں اس بھوت کا خیال رکھوں۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"وہ بھوت صرف میرے زمانے سے ہی نہیں' میرے باپ دادا ک زمانے سے چلا آرہا تھا۔ وہ بھی اس کا خیال رکھتے تھے۔۔۔ اور بھوت کہ میرا بھی بھوت بہت خیال رکھتا تھا۔"

"بھائی کیوں مذاق کرتے ہیں۔" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"اس میں مذاق کی بھلا کیا بات؟"

"خیر۔ آپ آگے چلیں۔۔۔ وہ بھوت بہت پرانا تھا۔۔۔ آپ کے ب دادا کے زمانے سے آپ کے گھر میں رہتا چلا آرہا تھا' اور اب کسی اسے چرا لیا ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی ہاں! یہی بات ہے۔"

"خیر۔۔۔ آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔"

"میرا بھوت تلاش کریں۔۔۔ میں اس کے بغیر کیسے رہ سکوں گا۔ ایک عمر گزر گئی اس کے ساتھ رہتے۔"

"کیا وہ آپ کے کچھ کام بھی آتا تھا۔"

"کام وہ بے چارہ کیا آتا۔۔۔ بس مجھ سے باتیں کرلیتا تھا۔ ہنسی مذاق کرلیتا تھا۔۔۔ رات کو کوئی کہانی سنا دیا کرتا تھا۔"

"کہانی۔۔۔ کیا مطلب؟"

"آپ کہانی نہیں جانتے۔۔۔ کیا ہوتی ہے۔"

"کیا آپ پڑھے لکھے نہیں ہیں۔۔۔ کیونکہ پڑھے لکھے آدمی تو فوراً پڑھ لیتے ہیں۔۔۔ وہ کسی سے سنتے نہیں۔"

"میں پڑھا لکھا ہوں۔۔۔ لیکن جو مزا اس کی کہانیوں میں تھا۔۔۔ وہ کتابوں میں لکھی کہانیوں میں کہاں؟" اس نے حسرت زدہ انداز میں کہا۔

"اچھا۔۔۔ کمال ہے۔۔۔ کوئی بھوت کہانیاں سنانے میں اتنا ماہر بھی ہو سکتا ہے۔"

"ہاں! کم از کم وہ تو تھا۔"

"کیا وہ آپ کو نظر آتا تھا۔"

"نہیں! میں نے اسے دیکھا نہیں۔۔۔ ویسے وہ بالکل میرے پاس بیٹھ جاتا تھا۔۔۔ میں اس کی آواز اپنے بالکل نزدیک سے آتی محسوس کرتا تھا۔"

"مطلب یہ کہ اب آپ اس کی آواز نہیں سنتے۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"آپ نے اسے آوازیں دیں۔"

"بہت آوازیں دیں۔۔۔ لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔"

"ہو سکتا ہے کہ آپ لوگوں کا وہم ہو۔۔۔ آپ کے خاندانی گھر میں کوئی بھوت ووت بالکل نہیں رہتا ہو۔"

"تب پھر مجھے کہانیاں کون سناتا رہا ہے۔"

"آپ خیالوں ہی خیالوں میں کسی خیالی بھوت سے کہانیاں سن لیتے ہوں گے۔"

"نہیں نہیں۔۔۔ یہ نہیں ہو سکتا۔"

"کیا نہیں ہو سکتا۔"

"یہ کہ وہ بھوت حقیقت میں موجود نہ ہو۔۔۔ اس لیے کہ میرے ماں باپ بھی تو اس کی آواز سنتے رہے ہیں۔۔۔ وہ تو انہیں بھی کہانیاں سناتا ر ہے۔"

"کاش کوئی بھوت ہمارے ہاں بھی ایسا ہوتا۔"

فاروق نے سرد آہ بھری۔

"کیا مطلب۔۔۔ تم کیا کرتے۔"

"وہ کہانیاں سنایا کرتا، میں اس کی کہانیاں نوٹ کرتا رہتا، پھر ہم کہانیاں شائع کیا کرتے۔۔۔ نام رکھتے۔۔۔ دنیا کی انوکھی کہانیاں۔۔۔ ایک بھو کی زبانی۔"

"یار چپ رہو۔۔۔ مجھے اس بھوت کا فکر کھائے جا رہا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے بھنا کر کہا۔

"اس قدر فکر کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی آپ کو۔"

"سب پتا نہیں۔۔۔ میرا خیال ہے۔۔۔ تم ذرا ان کے گھر کی سیر کر آؤ۔"

"آپ تو سنجیدہ ہو گئے۔"

"ان کے گھر جانے کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ ان کے بیان کی حقیقت سامنے آجائے گی۔"

"بہت بہتر! لیکن اگر بھوت صاحب سے ملاقات ہو گئی تو۔"

"تو کوئی بات نہیں۔۔۔ اس سے کسی کہانی کی فرمائش کر دینا۔۔۔ اول تو تمہارے ساتھ غلام رسول صاحب ہیں۔۔۔ یہ اسے سنبھال لیں گے۔۔۔ تم بچے تک۔"

"اچھی بات ہے۔۔۔ جناب چلیں۔" محمود نے اس کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"تو آپ نہیں جائیں گے۔" اس نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"ضرورت محسوس ہوئی تو میں بھی آجاؤں گا۔"

"او اچھا جیسے آپ کی مرضی، چلیے پھر۔"

وہ اس کے ساتھ گھر سے نکلے۔۔۔ وہ ایک نوجوان آدمی تھا۔۔۔ لیکن کپڑوں وغیرہ سے اس کی حالت بہت خستہ لگ رہی تھی۔۔۔ جوتے بھی پھٹے پرانے سے تھے۔۔۔ انہیں اس کی حالت پر ترس آنے لگا۔

"ہاں بتائیں کس طرف چلنا ہے... مجنوں آباد کس طرف ہے۔"
اس نے راستہ بتا دیا۔ وہ گاڑی میں بیٹھ چکے تھے... محمود نے گاڑی
سٹارٹ کر دی۔ لیکن گاڑی آگے نہ بڑھی... انجن گھر گھر کرتا رہا۔
"ارے! اسے کیا ہو گیا ہے۔" محمود نے چونک کر کہا۔
"شاید دشمن بھوت یہاں تک پہنچ گیا ہے۔" فاروق بولا۔
"یار مذاق نہ کرو... آؤ... ابا جان والی گاڑی لے چلتے ہیں۔"
وہ اس سے اتر کر دوسری گاڑی میں آبیٹھے... لیکن وہ گاڑی بھی گھر
گھر کر کے رہ گئی۔
"یہ... یہ... کیسے ہو سکتا ہے..." محمود نے بوکھلا کر کہا۔
"کیا کیسے ہو سکتا ہے۔"
فاروق نے اسے گھورا۔
محمود نے کوئی جواب نہ دیا۔ اچانک وہ اٹھ کر اندر کی طرف دوڑ پڑا۔

○☆○
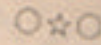
حیرت ہے، کمال ہے

"کیا بات ہے... تم واپس آ گئے... وہ بھی بدحواسی کے عالم میں۔"
"بھوت... بھوت..." محمود نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔
"کیا ہو گیا ہے بھائی۔" وہ منہ بنا کر بولے۔
"نہ ہمارے والی گاڑی سٹارٹ ہو رہی ہے، نہ آپ کے والی۔"
"کیا مطلب... میں تو ابھی ابھی گاڑی میں آیا ہوں... وہ تو بالکل
ٹھیک تھی۔"
"اور ہماری گاڑی بھی بالکل ٹھیک تھی، لیکن اب سٹارٹ نہیں
ہو رہی۔"
"آؤ میں دیکھتا ہوں۔"
وہ اس کے ساتھ باہر آئے... باری باری دونوں گاڑیاں سٹارٹ کر کے
دیکھیں... لیکن نہ ہوئیں... اب انہوں نے ان کے انجن چیک کیے۔
لیکن کوئی خرابی نہ دیکھ سکے۔
"میرا خیال ہے کسی مکینک کی خدمات حاصل کرنا پڑیں گی..." انسپکٹر

جمشید بڑبڑائے، پھر غلام رسول کی طرف دیکھ کر بولے۔

"آپ کو کچھ دیر انتظار کرنا پڑے گا۔"

"کوئی بات نہیں۔" اس نے فوراً کہا۔

مکینک کو فون کیا گیا۔ وہ جلد ہی پہنچ گیا، اب اس نے دونوں گاڑیاں چیک کیں۔ کافی دیر تک دیکھتا رہا، آخر اس نے کہا۔

"بظاہر تو ان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ اب ان دونوں گاڑیوں کو ورکشاپ لے جانا پڑے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ ان کو لے جانے کا بندوبست کریں۔" انہوں نے کہا پھر وہ غلام رسول کی طرف مڑے۔

"آپ ان کے ساتھ ٹیکسی میں چلے جائیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

وہ ان تینوں کے ساتھ چلا گیا۔ مکینک اپنی ورکشاپ کو فون کرنے لگا۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید کو کچھ خیال آیا۔ وہ ایک گاڑی میں بیٹھ گئے اور اس کو سٹارٹ کر کے دیکھا۔ گاڑی فوراً سٹارٹ ہوگئی۔ انہوں نے آگے بڑھائی تو آگے بھی بڑھ گئی۔

ان کا منہ مارے حیرت کے کھل گیا۔ وہ فوراً گاڑی سے اترے اور اندر لپکے۔

"رہنے دیں۔ دونوں گاڑیاں بالکل ٹھیک ہیں۔"

"کیا مطلب۔ بالکل ٹھیک ہیں۔"

اس نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! ان پر شاید کسی بھوت کا سایہ ہو گیا تھا۔"

"یہ۔ یہ آپ کیا کہ رہے ہیں۔ آپ بھی ایسے خیالات کے مالک ہیں۔"

"تھا نہیں۔ ہو گیا ہوں۔ اور ابھی آپ بھی ہو جائیں گے۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"جی کیا فرمایا۔ میں بھی ہو جاؤں گا۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"ہاں بالکل۔ آیئے۔ اب ذرا ان کو سٹارٹ کر کے دیکھئے۔"

اس نے باری باری دونوں کاروں کو سٹارٹ کر کے دیکھا۔ اور حیرت زدہ رہ گیا۔

"کمال ہے، ان میں تو واقعی کوئی خرابی نہیں ہے۔"

"اب آپ کیا کہتے ہیں۔ اگر ان میں کوئی خرابی نہیں تھی تو پھر تھوڑی دیر پہلے۔ یہ سٹارٹ کیوں نہیں ہو رہی تھیں۔"

"ہم۔ میں کیا بتا سکتا ہوں۔ خیر کیا اب میں جا سکتا ہوں، گاڑیاں تو آپ کی ٹھیک ہی ہیں۔"

"نہیں! ابھی آپ نہیں جا سکتے۔ ابھی تو آپ کو اس بات کا قائل کرنا ہے کہ ان پر کسی بھوت کا سایہ ہو گیا تھا۔"

"کچھ کچھ تو میں قائل ہو بھی گیا ہوں۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"خیر، ابھی مکمل طور پر ہو جائیں گے، فکر نہ کریں۔"

"آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں"

"چند منٹ انتظار کرنا ہو گا آپ کو۔"

اور پھر محمود، فاروق، فرزانہ اور غلام رسول واپس آتے نظر آئے...
مزے کی بات یہ کہ وہ پیدل چلے آ رہے تھے۔

"کیا ہوا بھئی۔" ان کے نزدیک آنے کے بعد انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہم نے ایک ٹیکسی روکی۔ اس میں بیٹھ گئے اور ڈرائیور کو چلنے کے لیے کہا۔ لیکن ٹیکسی اس جگہ سے آگے نہ بڑھی... ڈرائیور نے انجن کھول کر دیکھا۔ ہر چیز ٹھیک تھی۔ اس نے بار بار سٹارٹ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ٹیکسی سٹارٹ نہ ہوئی۔ آخر ہم اتر گئے... جونہی ہم اترے... گاڑی سٹارٹ ہو گئی... ڈرائیور نے حیران ہو کر کہا، بیٹھ جائیے صاحب ٹھیک ہو گئی ہے۔
لیکن جب ہم بیٹھ گئے تو گاڑی پھر بند ہو گئی۔"

"اوہ... تو پھر۔"

"ہم پھر اتر گئے تو ٹیکسی پھر سٹارٹ ہو گئی اور اس بار ڈرائیور رکا تو نہیں... اس نے دوڑ لگا دی، اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔"

"خیر... تم لوگوں کے جاتے ہی یہ دونوں گاڑیاں بھی ٹھیک ہو گئیں۔"

"ارے!" ان کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! اب تم اپنی گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔"

"بیٹھ تو ہم جاتے ہیں، لیکن مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ سٹارٹ نہ ہو۔"

"یہی تو دیکھنا ہے۔"

آخر وہ ایک گاڑی میں بیٹھ گئے... اب جو گاڑی کو سٹارٹ کیا تو وہ سٹارٹ نہ ہوئی۔

"غلام رسول صاحب... آپ ذرا گاڑی سے اتر آئیں۔"

"جی!!!" وہ دھک سے رہ گیا۔

"آپ گاڑی سے اتر آئیں..." وہ بولے۔

وہ حیرت زدہ سا اتر آیا... جونہی وہ اترا... گاڑی سٹارٹ ہو گئی۔

"اب بیٹھ کر دکھائیں۔" وہ بولے

وہ پھر بیٹھ گیا، لیکن جونہی بیٹھا... گاڑی پھر بند ہو گئی۔

"کیا سمجھے!" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"یہ کہ بھوت دراصل ان پر سوار ہے اور جس گاڑی میں یہ سوار ہوں گے... وہ گاڑی سٹارٹ نہیں ہو گی۔"

"کک... کیا مطلب؟" غلام رسول نے گھبرا کر کہا۔

"آپ خود دیکھ لیں... یہ بات تو بالکل صاف ظاہر ہے۔"

"ہاں! ہم بھی یہ بات محسوس کر چکے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"تو پھر... اب کیا کریں۔"

"ان کے ساتھ پیدل جانا ہو گا اور اب یہ معاملہ حد درجے پراسرار ہو گیا ہے... اس کی تہ تک ہمیں ہر حال میں پہنچنا ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں... ہم پیدل چلے جاتے ہیں۔" فرزانہ بولی۔

پھر انہوں نے غلام رسول کو ساتھ لیا اور وہاں سے چل پڑے۔

"آپ کچھ وضاحت فرمائیں گے۔" فرزانہ بولی۔

"میں آپ سے زیادہ حیرت زدہ ہوں۔" اس نے کہا۔

"تو پھر اس بھوت کے بارے میں بتائیں۔"

"اب تک تو میں اس سے صرف کہانیاں سنتا رہا تھا۔۔۔ ایسا پہلی بار ہوا کہ وہ گم ہو گیا۔۔۔ یا اسے کسی نے اغوا کر لیا۔۔۔ یا چوری کر لیا۔۔۔ میں کچھ نہیں کر سکتا۔"

"لیکن پہلے آپ صرف چوری کا لفظ بولتے رہے ہیں۔" محمود نے منہ بنایا۔

"ہاں! پتا نہیں کیا بات ہے، مجھے ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے میرے بھوت کو کسی نے چوری کر لیا ہو۔"

"دیکھئے۔۔۔ آپ صرف اس کی آواز سنتے رہے ہیں۔۔۔ دیکھا نہیں اسے۔" محمود نے کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"نہ آپ کے باپ دادا نے اس کو دیکھا۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔" وہ بولا۔

"گویا آپ لوگ صرف ایک بھوت کی آواز سنتے چلے آئے ہیں۔۔۔ او وہ آپ کا خاندانی گھر ہے۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"تب ہم آپ کا مسئلہ حل کریں گے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"حل۔۔۔ لیکن بھئی۔۔۔ کاریں نہ سٹارٹ ہونے والے مسئلے کا کیا کیا جائے گا۔"

فاروق نے منہ بنایا۔

"اس بارے میں غور کریں گے۔۔۔ کوئی پروا نہیں۔"

"لیکن آپ پیدل چلتے چلتے تھک جائیں گے۔"

غلام رسول نے کہا۔

"اب کیا کیا جائے۔۔۔ آپ کے ساتھ جس گاڑی میں بیٹھتے ہیں۔۔۔ وہ آگے نہیں بڑھتی۔"

"کیوں نہ ہم کوئی تانگہ لے لیں۔" غلام رسول نے کہا۔

"چلو ایسا کر لیتے ہیں۔" محمود مسکرایا۔

"اب کوئی تانگہ گزرا تو اس کو روک لیں گے۔" اس نے بھی ہنس کر کہا۔

"آپ کام کیا کرتے ہیں۔"

"ایک دفتر میں کلرک ہوں۔۔۔ اور بس۔" اس نے سرد آہ بھری۔

"معلوم ہوتا ہے۔۔۔ اچھی طرح گزارا نہیں ہوتا۔"

"جی۔۔۔ بس۔۔۔ ہو ہی جاتا ہے۔"

اور پھر انہیں ایک تانگہ مل گیا، وہ اس میں بیٹھ گئے۔

"مجنوں آباد چلنا ہے بھئی۔"

"اچھا جی۔۔۔ پینتالیس روپے ہوں گے۔"

"اچھا اچھا۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

"نہیں نہیں۔۔۔ جناب' آپ کو نہیں پتا' پینتالیس روپے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔"

"تو اچھا خیر۔۔۔ آپ فکر نہ کریں۔۔۔ چلیں بھئی۔"

اور پھر اس نے تانگے کو آگے بڑھانے کی بہت کوشش کی' لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

"حیرت ہے۔۔۔ گھوڑے کو آج کیا ہو گیا ہے۔۔۔ اس نے تو کبھی اڑی نہیں کی۔"

"آپ نہیں سمجھیں گے' اسے آج کیا ہو گیا ہے۔۔۔ تو بھئی ہمیں آج پیدل ہی مجنوں آباد تک جانا پڑے گا۔"

"بیٹھو بادشاہو۔۔۔ بیٹھو۔۔۔ یہ ابھی چلنے لگے گا۔"

"یہ چلنے ضرور لگے گا' لیکن جب ہم نیچے اتر جائیں گے۔" محمود نے ہنس کر کہا۔

اور وہ نیچے اتر گئے۔۔۔ گھوڑا تیزی سے بھاگا۔

"دیکھا! میں نے کہا تھا نا۔۔۔ یہ چلنے لگے گا۔۔۔" اس نے چلا کر کہا۔

"میں نے بھی کہا تھا کہ یہ چلنے ضرور لگے گا' لیکن جب ہم اتر جائیں گے۔"

تانگے والا مڑ مڑ کر انہیں گھورتا چلا گیا۔۔۔ اس نے اس دوران

گھوڑے کو روکنے کی کوشش بھی کی۔۔۔ لیکن وہ نہ رکا۔۔۔ اور آخر پون گھنٹے تک پیدل چلنے کے بعد وہ ایک بہت پرانے محلے میں داخل ہوئے۔۔۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ صدیوں پرانا ہو۔۔۔ بہت پرانی طرز کے مکانات تھے اور دکانیں بھی بہت پرانے انداز کی۔۔۔ بلکہ انہیں تو وہ سب لوگ بھی پرانے ہی نظر آئے۔

"کیا ہم پرانے زمانے کے کسی شہر میں داخل ہو گئے ہیں۔" فرزانہ کی آواز میں حیرت تھی۔

"جی ہاں! یہ بہت پرانا علاقہ ہے۔۔۔ اس علاقے کے لوگ اپنے پرانے مکانات سے بہت محبت کرتے ہیں۔۔۔ کسی نے بھی ان کو گرا کر دوبارہ بنانے کی کوشش نہیں کی۔۔۔ اور اگر کوئی مکان گر گیا تو اس کو یونہی چھوڑ دیا گیا۔۔۔ بنایا گیا ہی نہیں۔"

"آخر کیوں! مجنوں آباد کے لوگوں کو اپنے پرانے مکانات سے اس قدر محبت کیوں ہے۔۔۔ بلکہ ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ ان لوگوں نے لباس بھی پرانی طرز کے پہن رکھے ہیں جیسے بادشاہوں کے زمانے کے ہوتے ہیں۔"

"جی ہاں! دراصل ہم لوگ مغلیہ دور کے لوگ ہیں۔۔۔ مغلوں کے دور میں ہم لوگوں کی بادشاہی تھی۔۔۔ آج تک ہم اسی خیال میں ہیں کہ ایک بار پھر مغلوں کی حکومت آئے گی۔۔۔ اس وقت ہمیں یہ بات ثابت کرنے کی کوئی کوشش نہیں کرنا پڑے گی کہ ہم مغل ہیں۔۔۔ کیونکہ ہم آج تک اسی حالت پر چلے آ رہے ہیں۔"

وہ چلتے چلتے رک گیا۔ انہوں نے دیکھا... وہ ایک بہت بڑی سی حویلی تھی، لیکن اب بھی اس کی شان و شوکت محسوس کی جا سکتی تھی۔

"یہ ہے میرا گھر۔"

"یہ... یہ تو حویلی ہے۔"

"ہاں! میرے پردادا کسی مغل بادشاہ کے خزانچی تھے... بادشاہ نے یہ حویلی انہیں انعام میں دی تھی۔ اس وقت سے ہمارا خاندان اسی میں رہتا چلا آ رہا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے دونوں ہاتھوں سے ایک دروازے کو زور لگایا... گزرنے والے لوگ ان کے پاس رکنے لگے تھے... ان کے چہروں پر حیرت بھی تھی۔

"کیا بات ہے بھائی غلام رسول۔"

"وہ... مم... میرا بھوت۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"کیا ہوا تمہارے بھوت کو... بیمار وبیمار تو نہیں ہو گیا" ایک نے گھبرا کر کہا۔

"نہیں... اسے کسی نے چوری کر لیا ہے۔"

"کیا کہا... چوری کر لیا ہے... اور تم نے ہمیں بتایا تک نہیں، اور یہ کون لوگ ہیں۔"

"یہ لوگ بھوت کو تلاش کریں گے... اور چور کو پکڑیں گے۔"

"اوہ! اچھا... یہ جاسوس لوگ ہیں۔"

"ہاں... یہی بات ہے۔"

اتنے میں دروازہ کھل گیا... دروازہ اس نے پورا زور لگا کر کھولا تھا۔

"آئیے جناب۔" اس نے کہا اور وہ اس کے پیچھے چلتے ہوئے دروازہ عبور کر گئے... اس نے پلٹ کر اسی طرح دروازہ برابر کیا۔ ادھر انہوں نے دیکھا... وہ ایک شاندار حویلی تھی... کمروں کی حالت اب تک اچھی تھی، دیواریں بھی اچھی تھیں... ان پر نقش و نگار ابھی تک دیکھے جا سکتے تھے۔ بعض جگہوں سے دیواریں جھڑی ہوئی بھی تھیں... یوں لگتا تھا جیسے اس پرانی حویلی کے تمام کمرے مدت سے خالی پڑے ہوں۔

"اس حویلی میں کل کتنے کمرے ہیں۔"

"جی سو کے قریب ہوں گے۔"

"کیا کہا... سو کے قریب... آپ سو کمروں میں رہتے ہیں۔"

"جی نہیں... ہم تو بس حویلی کے تین چار کمروں میں رہتے ہیں۔"

"اور باقی کمرے اس وقت سے خالی پڑے ہیں۔"

"ہاں!" اس نے کہا۔

"لیکن آپ دوسروں کو رہنے کے لیے وہ کمرے دے سکتے ہیں۔"

"کون آئے گا... ان سب لوگوں کے پاس بہت بہت کمروں والے مکانات ہیں... وہی ان کی ضرورت کے لیے کافی ہیں۔"

"حیرت ہے... شہر کے جدید حصوں میں تو جگہوں کے لالے پڑے رہتے ہیں۔"

"آپ لوگوں نے اپنی ضرورتوں کو بہت پھیلالیا ہے نا... اور آبادی بھی آپ کی بہت بڑھ گئی ہے۔"

"تو کیا آپ لوگوں کی آبادی نہیں بڑھی۔"

"نہیں بس اتنی ہی چلی آرہی ہے۔"

"حیرت ہے۔ کمال ہے۔" فاروق نے کہا۔

رہائشی حصے کے قریب پہنچ کر وہ رک گیا... اس نے دروازے پر دستک دی۔

"یہ آپ ہیں غلام رسول۔" اندر سے ایک عورت کی آواز سنائی دی۔

"ہاں! میں ان لوگوں کو لے آیا ہوں۔"

"او! اندر سے کہا گیا اور پھر دروازہ فوراً ہی کھلا۔

انہیں ایک زبردست جھٹکا لگا۔

○☆○

بھوت لوٹا دیں

انہوں نے دیکھا' مغلیہ دور کی ایک شہزادی ان کے سامنے تھی... اس کا لباس اور زیورات بالکل شہزادیوں جیسے تھے۔

"آپ تو کافی مال دار ہیں۔" محمود کے منہ سے نکلا۔

"یہ اندازہ آپ نے ان زیورات کو دیکھ کر لگایا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں! کیا میرا اندازہ غلط ہے۔"

"ہاں جی بالکل غلط... یہ خاندانی زیورات ہیں... میں انہیں بیچ نہیں سکتی۔ باپ دادا کے زمانے سے چلے آرہے ہیں اور ان کی نصیحت ہے' خاندانی زیورات کو ہرگز فروخت نہ کرنا۔"

"آپ کو اندازہ ہے... یہ زیورات اس زمانے میں کتنے کے ہوں گے۔"

"ہوں گے دو چار لاکھ روپے کے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں! اتنا ہی اندازہ ہمارا ہے... تو پھر... آخر یہ تین چار لاکھ کس کام کے۔"

"اب ہم خاندانی وصیت کا کیا کریں۔"

"خیر... اس پر پھر بات کریں گے... پہلے تو اصل مسئلے پر بات
ہو جائے، آپ جس کمرے میں بھوت کی آوازیں سنتے رہے ہیں... اس کم
ہمیں لے چلیں۔"

"آواز تو خیر ان تینوں کمروں میں آتی رہتی ہے۔"

"اوہ! اچھا... آپ کے بچے کتنے ہیں۔"

"چار... ساتھ والے کمرے میں ہیں... بلاؤں۔"

"نہیں، ہم خود ان کے پاس چلیں گے... آپ ذرا ایک طرف ہو
بیٹھ جائیں، یا دوسرے کمرے میں جاکر آرام کریں... ہمیں اپنا کام
ہے۔"

"جی ضرور کریں..." اس نے مسکرا کر کہا۔

اور انہوں نے اپنا کام شروع کردیا... دیواروں کو ٹھوک بجا کر دیک
بہت جلد انہوں نے جدید آلات کا سراغ لگالیا... اور پھر بجلی کے تار
کے ذریعے وہ ایک تہ خانہ تلاش کرنے میں کامیاب ہوگئے... تہ خانہ
کر غلام رسول اور اس کی بیوی بچوں پر حیرت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

"اف مالک! ہمیں آج ہی معلوم ہوا کہ یہاں کوئی تہ خانہ بھی ہے

"ابھی آپ سیڑھیوں سے پرے ہی رہیں... ہمیں نشانات
ہیں۔"
محمود نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روکتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا..." وہ چونک کر بولے۔

انہوں نے تہ خانے کے فرش کو غور سے دیکھا... وہاں دوسرے
آلات بھی موجود تھے، جن کے ذریعے بھوت اپنی آواز ان تک پہنچایا کرتے
تھے۔

"وہ بھوت یہاں رہتا تھا اور جدید آلات کے ذریعے آپ کو کہانیاں
سنایا کرتا تھا۔"

"اوہ... یہ سب کیا ہے... اب وہ کہاں ہے... اسے کون چرا کر لے
گیا؟" غلام رسول نے جلدی جلدی کہا۔

"آپ کہتے ہیں... آپ کے باپ دادا بھی بھوت کی آواز سنتے رہے
ہیں... یہ بات کس حد تک درست ہے۔"

"یہ سو فی صد درست ہے... میں بھی اس بات کی گواہ ہوں۔"
عورت بولی۔

"تب پھر وہ چور بھی خاندانی تھا۔" محمود مسکرایا۔

"جی... کیا مطلب؟"

"وہ بھوت نہیں... چور تھا... اس کے باپ دادا بھی آپ کی اس
... میں خزانہ تلاش کرتے ہوئے مرگئے... پھر ان کے بعد اس کی باری
... اور آخر وہ کامیاب ہوگیا اور خزانہ تلاش کرنے اور یہاں سے منتقل
کرنے کے بعد چلا گیا۔"

"یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں... خزانہ... کیسا خزانہ۔"

"شاید مغل بادشاہ نے آپ کے پردادا کو بہت بڑی دولت دی تھی۔۔۔
وہ انہوں نے اس حویلی میں کہیں دفن کردی۔۔۔ لیکن اس زمانے کے کسی
چور کو سن گن مل گئی۔۔۔ اس نے خفیہ طور پر حویلی میں یہاں ٹھکانہ کرلیا۔۔۔
تلاش کے دوران وقت گزاری بھی ایک مسئلہ بن گیا۔۔۔ لہٰذا اس نے شغل
کے طور پر خود کو بھوت کا روپ دے دیا' اور شغل شغل میں اس نے
آپ کے باپ دادا کو راتوں کو کہانیاں بھی سنانا شروع کردیں۔۔۔ تاکہ یہ بات
مشہور ہوجائے کہ اس حویلی میں ایک بھوت رہتا ہے۔۔۔ جو حویلی میں رہنے
والوں کو کہانیاں تک سناتا ہے۔"

محمود یہ کہہ کر خاموش ہوگیا۔

"آپ کی باتیں اگر مان بھی لی جائیں تو آپ ان گاڑیوں کے رکنے کی
کیا وضاحت کریں گے۔"

"ان کی وضاحت بھی ہم کریں گے۔۔۔ پہلے یہاں کی تو سن لیں۔۔۔ آپ
کے پردادا نے خزانے کو بہت خاص طریقے سے چھپایا تھا۔۔۔ اب صاف
ظاہر ہے۔۔۔ اس بارے میں انہیں اپنی اولاد کو بتانا تھا۔۔۔ آپ کے دادا
خزانے کے بارے میں انہیں بتانے کا شاید وقت نہ ملا۔۔۔ جب کہ چور کو
تھا کہ خزانہ حویلی میں کہیں چھپایا گیا ہے۔۔۔ اس نے اپنی تلاش جاری
رکھی۔۔۔ لیکن وہ تلاش نہ کرسکا۔۔۔ پھر اس کا بھی وقت آگیا۔۔۔ اس
خزانے کے بارے میں اپنے بیٹے کو بتایا اس طرح یہ سلسلہ آپ تک
آپ کے ہم عمر چور تک پہنچا۔"

"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ یہ کہانی میرے لیے حد درجے انوکھی ہے۔"

"ابھی ہم وہ جگہ تلاش کرکے دکھاتے ہیں جس جگہ خزانہ چھپایا گیا
تھا۔۔۔ وہاں قدموں کے تازہ نشانات دیکھ کر آپ کو یقین آجائے گا۔"

"اوہ!" اس کے منہ سے نکلا۔

اور انہوں نے اپنا کام پھر شروع کردیا۔۔۔ آخر انہوں نے ایک اور تہ
خانہ تلاش کیا۔۔۔ اس میں قدموں کے نشانات بھی تھے۔۔۔ اور چند موتی مٹی
میں ملے ہوئے مل گئے۔

"اب آپ کیا کہتے ہیں۔"

"ہوسکتا ہے۔۔۔ یہ بات بالکل ٹھیک ہو۔۔۔ لیکن کاریں کیوں نہیں
چل سکیں۔"

"اس کا بھی اس نے کچھ انتظام کیا ہوگا اور اس کے اسی انتظام کی
بدولت وہ پکڑا جائے گا۔"

"جی کیا مطلب۔۔۔ وہ پکڑا جائے گا۔۔۔ آپ کو یقین ہے۔"

"ہاں! یہ ایک بہت بڑی چوری ہے۔۔۔ اس قدر بڑی کہ آپ سوچ بھی
نہیں سکتے۔۔۔ اب ہمیں فون کرنا پڑے گا۔"

"اس آبادی میں فون نہیں ہے۔۔۔ کسی نے لگوانے کی کوشش ہی
نہیں کی۔"

"کوئی بات نہیں۔۔۔ ہم باہر سے کرآتے ہیں۔۔۔ آپ کو پریشان ہونے
کی ضرورت نہیں۔۔۔ یہ کسی بھوت ووت کا کوئی چکر نہیں ہے۔۔۔ ایک چور

کی کارستانی ہے۔"

"خیر جناب۔ دیکھتے ہیں۔"

"آپ یہیں آرام کریں۔ ہم فون کر کے واپس آتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

اور وہ آبادی سے باہر پہنچے۔ اکرام کو فون کیا اور واپس لوٹ آئے۔ جلد ہی اکرام بھی پہنچ گیا۔ اس نے اپنے عملے کو کام پر لگا دیا... اس وقت آبادی میں خبر پھیل چکی تھی' اور بہت سے لوگ حویلی کے باہر جمع بھی ہو چکے تھے۔ وہ آپس میں کھسر پھسر بھی کر رہے تھے... شاید ان اطراف میں پولیس بہت کم آتی تھی۔ اس لیے ہر کوئی خوف زدہ نظر آ رہا تھا۔

اکرام کے آدمیوں نے جلد ہی کام مکمل کر لیا۔

"آپ کیا پروگرام ہے۔"

"اب ہم تفتیش شروع کریں گے... ایک اتنا بڑا خزانہ کوئی اس قدر خاموشی سے لے گیا۔ جب کہ وہ قومی دولت ہے..." محمود نے کہا۔

"قومی دولت کیوں۔ کیا وہ غلام رسول کی نہیں بنتی۔"

"نہیں... اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ بادشاہ نے غلام رسول کے پردادا کو انعام میں وہ دولت دی تھی تب تو غلام رسول صاحب کا حق تسلیم کیا جا سکتا ہے... ورنہ نہیں۔"

"مطلب یہ کہ اس صورت میں خزانہ سرکاری مال ہو گا۔" اکرام نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں بالکل۔"

"کیوں جناب! کیا آپ یہ بات ثابت کر سکتے ہیں۔"

"نہیں... اور نہ میں ثابت کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔" غلام رسول نے کہا وہ بہت غمگین نظر آ رہا تھا۔

"کیا مطلب... آپ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کرتے۔" محمود نے چونک کر کہا۔

"ہاں! اس لیے کہ مجھے دولت کا کوئی لالچ نہیں... اور نہ میں دوسروں کی طرح بادشاہت ملنے کا انتظار کر رہا ہوں... ہاں مجھے اس بھوت سے محبت ہو گئی تھی... وہ بہت اچھی کہانیاں سنایا کرتا تھا... آپ تو بس مجھے میرا بھوت لوٹا دیں۔"

"بھوت لوٹا دیں۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں! آپ میرا بھوت مجھے واپس لا دیں۔"

"جاننے کے بعد بھی کہ... وہ بھوت نہیں... ایک چور تھا... تو دنیا کا [illegible]"

"یہ میں نہیں جانتا..." اس نے جھنا کر کہا۔

"ہم آپ کے بھوت کی تلاش میں روانہ ہونے لگے ہیں... دعا کریں... مل جائے اور وہ مجرم بھی ثابت نہ ہو' اس صورت میں ہم ضرور آپ کا بھوت آپ کو دے دیں گے... لیکن اس میں بھی ایک الجھن پیدا ہو گی۔"

"کیا مطلب... کیسی الجھن..." اس نے چونک کر کہا۔

"یہ کہ وہ بھوت اب آپ کے ساتھ رہنا پسند کرتا ہے یا نہیں۔"

"اس کی آپ پروا نہ کریں' اسے میں سمجھا لوں گا۔"

"آپ... آپ بہت سادہ ہیں... آپ نہیں جانتے نئی دنیا کے لوگ
کس قدر خود غرض ہیں۔"

محمود نے گھبرا کر کہا۔

"میں لوگوں کی نہیں... بھوت کی بات کر رہا ہوں۔"

"اگر آج کی دنیا کے لوگ خود غرض ہیں تو کیا بھوت خود غرض نہیں
ہوں گے... یقیناً ہوں گے... بشرطیکہ دنیا میں بھوتوں کا کوئی وجود ہو۔"
فرزانہ بولی۔

"میں ان باتوں کو نہیں جانتا... مجھے تو بس میرا بھوت چاہیے۔"

"اچھا آپ فکر نہ کریں... ہم آپ کے لیے ایک کی بجائے دو بھوتوں
کا بندوبست کر دیں گے۔"

"کیا واقعی؟" وہ خوش ہو گیا۔

"ہاں بالکل۔" محمود نے فوراً کہا۔

"ہم اپنا کام مکمل کر چکے ہیں۔" ایسے میں اکرام نے کہا۔

"اچھا جناب! اب ہم بھوت کی تلاش میں روانہ ہو رہے ہیں۔"

"اللہ کرے آپ کامیاب ہوں۔"

وہ وہاں سے چل کر گھر آئے... انسپکٹر جمشید انہیں دیکھ کر مسکرائے۔

"ہاں! بھوت ملا یا نہیں۔"

"بھوت نے انسانی روپ دھار لیا' ابا جان۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"یہی میرا خیال تھا۔"

"جی کیا مطلب... آپ کا کیا خیال تھا۔"

"غلام رسول مغلیہ دور کا آدمی ہے... مغلوں کے شاہی لوگوں کے
پاس دولت کے انبار تھے... لہٰذا یہ کسی خزانے کا چکر تھا۔ جب اس
بھوت کو خزانہ مل گیا تو وہ رفوچکر ہو گیا۔"

"آپ کا خیال سو فی صد درست ہے... لیکن کہانی ذرا سے اسرار کی
[illegible] ہے۔"

"چلو پھر سناؤ کہانی۔"

"انہوں نے کہانی سنا دی... انسپکٹر جمشید مسکراتے رہے۔" پھر
[illegible]

"اب پتا چلا... کاریں کیوں نہیں چل رہی تھیں۔"

"جی کیا مطلب... کیوں نہیں چل رہی تھیں بھلا۔" محمود نے حیران
ہو کر کہا۔

"آج کل ایسے ریموٹ کنٹرول ایجاد ہو چکے ہیں کہ ان کی مدد سے کسی
بھی گاڑی کو وقتی طور پر جامد کیا جا سکتا ہے۔"

"تو کیا اس کا مطلب ہے' ہماری گاڑیوں کے نیچے پہلے ہی اس آلے کا
[illegible] حصہ چپکا دیا گیا تھا۔"

"کمال کی بات ہے۔"

"مل۔۔۔ لیکن۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" فاروق حیرت زدہ انداز میں

بولا۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے۔"

"وہ ٹیکسی پھر کیوں نہیں چلی۔"

"یہی تو مزے دار پہلو ہے اس کہانی کا۔۔۔ ارے بھئی۔۔۔ مجرم یا اس
ساتھی خود ایک ٹیکسی میں آس پاس موجود تھا۔۔۔ وہ جانتا تھا۔

"تمہیں ٹیکسی کی ضرورت پڑے گی۔"

"نہیں ابا جان۔۔۔ یہ بات نہیں۔۔۔ ہم نے راستے میں ایک تانگہ
روکا تھا۔"

"اوہ اچھا۔۔۔ خیر۔۔۔ لیکن یہ بھی کوئی خاص بات نہیں۔"

"جی۔۔۔ وہ کیسے؟"

"بھئی۔۔۔ جو آدمی ایک ٹیکسی میں پہلے سے تمہارے انتظار میں
ہوگا۔۔۔ کیا اس کے لیے یہ ممکن نہیں وہ ایک تانگے کا بھی انتظار کر لیتا۔"

"ضرور کر سکتا تھا۔۔۔ لیکن گھوڑے کو کیا پتا۔۔۔ وہ کیوں رکا۔"

"کوچوان نے گھوڑے کو خفیہ اشارہ دیا ہوگا کہ نہیں چلنا ہے۔۔۔
ان لوگوں کے سدھائے ہوئے ہوتے ہیں اور اتنے سے کام کے مجرم
ایک دو ہزار روپے دے دیے ہوں گے۔"

"لیکن ان تمام کوششوں سے مجرم ہمیں کیا بتانا چاہتا ہے۔"

"یہ کہ یہ کام صرف اور صرف ایک بھوت کا ہے۔۔۔ لہٰذا اس کیس

کام نہیں کرنا چاہتے۔۔۔ لیکن بھوتوں سے ڈرنے والے اسے آسان نہیں
ہم۔" انسپکٹر جمشید نے شوخ آواز منہ سے نکالی۔

"ہائیں ابا جان۔۔۔ یہ جملہ آپ نے کہا ہے۔"

"شاید مجھ پر بھی تمہاری صحبت کا اثر ہو گیا ہے۔" وہ مسکرائے۔

"چلیے خیر۔۔۔ یہ بات تو ثابت ہو چکی ہے۔۔۔ وہ کوئی بھوت نہیں۔۔۔
انسان تھا۔۔۔ اور خاندانی چور کسی جدید چور کو اپنا یہ راز فروخت کر کے کہیں
اور چلا گیا ہوگا۔۔۔ اس نے سوچ لیا ہوگا کہ اتنی مدت گزر گئی۔۔۔ نہ اس کے
پردادا خزانے کا سراغ لگا سکے۔۔۔ نہ دادا۔۔۔ نہ والد۔۔۔ اور نہ میں۔۔۔ لہٰذا
کیوں نہ کسی جدید چور کو یہ کام سونپ کر اپنی رقم کھری کر لی جائے۔۔۔ ادھر
ماڈرن چور نے سوچا ہوگا۔۔۔ سودا اچھا ہے۔۔۔ لہٰذا اس نے رقم دے کر
معلومات لے لیں اور خود حویلی میں آ گیا۔"

"بالکل ٹھیک۔۔۔ سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں۔" محمود نے کہا۔

"ماڈرن چوروں کا ریکارڈ تو تمہارے انکل کے پاس ہوتا ہی ہے۔۔۔
لہٰذا چھان مارو ریکارڈ۔۔۔ چور کی انگلیوں اور جوتوں کے نشانات تو حاصل
کر ہی چکے ہو۔"

"بالکل ٹھیک۔۔۔ آئیے انکل ریکارڈ روم میں چلیں۔"

"لیکن بھئی۔۔۔ تم کیا کرو گے جا کر۔۔۔ میں خود دیکھ لیتا ہوں۔۔۔ اور
تمہیں رپورٹ دے دیتا ہوں۔"

"جی نہیں! ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں گے۔۔۔ یہ ایک بھوت کا

معاملہ ہے... ہم بھوت بن کر اس سے نبٹیں گے۔"

فاروق بولا۔

"کیا کہا... بھوت بن کر... تو کیا بھوتوں کا میک اپ کرو گے۔"

فرزانہ نے مذاق اڑانے کے انداز میں کہا۔

"ارے نہیں... تم غلط سمجھیں... میرا مطلب تھا... ہم بھی اس کے لیے کسی بھوت سے کم ثابت نہیں ہوں گے۔"

"اچھا تو چلو۔"

وہ اکرام کے ساتھ ریکارڈ روم میں آئے... انہوں نے خزانے والے تہ خانے سے ملنے والے نشانات سے ریکارڈ میں موجود نشانات کو ملانا شروع کیا... کافی دیر بعد ایک نشان مل گیا۔

"مبارک ہو... ہمارا کام آسان ہو گیا... چور کا نام ارمان خان ہے... اس کا پتا ہے' ۱۳۵ غازی روڈ۔"

"تب تو وہ مارا۔"

"تو چلیں... یہ معرکہ تم میری مدد کے بغیر مارنا چاہتے ہو۔" اکرام نے جلدی سے کہا۔

"نہیں انکل... آپ ساتھ چلیں۔"

محمود نے فوراً کہا۔

"شکریہ محمود..." اکرام نے کہا اور پھر پولیس پارٹی ۱۳۵ غازی روڈ کی طرف روانہ ہوئی... آدھ گھنٹے بعد وہ مکان نمبر ۱۳۵ کے دروازے پر دستک

دے رہے تھے... دروازہ فوراً کھلا اور ایک بوڑھے آدمی نے دروازہ کھولا۔

"جی فرمائیے۔"

"ہمیں ارمان خان سے ملنا ہے۔"

"مجھے افسوس ہے... وہ گھر چھوڑ کر چلا گیا ہے... مدت ہوئی ہم سے ملنے نہیں آیا۔"

اس نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب... کیا آپ اس کے والد ہیں۔"

"ہاں! میں اس بدنصیب کا باپ ہوں۔"

"بدنصیب کیوں... کیا بات ہے۔"

"جس باپ کا ایک ہی بیٹا ہو اور وہ بھی جرائم کے راستے پر چل نکلے... اس کا باپ بدنصیب ہو گا یا نہیں۔"

"ہوں... شاید... تو وہ اب یہاں نہیں رہتا۔"

"بالکل نہیں۔" اس نے کہا۔

"خیر آپ اس کا نیا پتا تو بتا ہی سکتے ہیں۔"

"افسوس... مجھے نہیں معلوم... یہ بات نہیں کہ میں اس کا باپ ہوں... اور پتا جانتا ہوں' لیکن بتا نہیں رہا... جی نہیں... میں تو چاہتا ہوں کہ وہ جلد پکڑا جائے... تاکہ اس کے سدھرنے کے امکانات روشن ہوں... اگر وہ بہت دور نکل گیا... پھر بڑا مجرم بن گیا اور پکڑا گیا تو جیل سے فارغ نہیں ہو سکے گا اور یہ بات میرے لیے زیادہ تکلیف دہ ہو گی۔"

"آپ کے خیالات بہت اچھے ہیں... حیرت ہے... آپ کے بیٹے نے
آپ کی عادات کو نہیں اپنایا۔"

"نہیں... وہ غلط صحبت میں پڑ گیا... اور میری تمام کوششیں اسے
سدھارنے میں ناکام ہو گئیں۔"

"ہمیں آپ سے ہمدردی ہے... اس کی تصویر تو ہمارے پاس ہے
ہی... ڈھونڈ ہی لیں گے... لیکن اگر آپ یہ بتا دیں کہ اس کے اٹھنے بیٹھنے
کی پسندیدہ جگہ کون سی تھی... یا ہے تو بہت مہربانی ہوگی۔"

"پہلے وہ ہوٹل کارواں میں بیٹھا کرتا تھا... جب ناراض ہو کر گھر سے
چلا جاتا تھا تو میں اسے وہیں سے منا کر لاتا تھا... لیکن مجھے یہ معلوم نہیں
کہ وہ اب بھی وہاں بیٹھتا ہے یا نہیں۔"

"خیر بہت بہت شکریہ... ہم معلوم کر لیں گے۔"

اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے... اب وہ ہوٹل کارواں پہنچے... اس
کے منیجر سے ملاقات ہوئی، انہوں نے اپنا تعارف کرایا، پھر محمود نے پوچھا۔

"آپ کے ہوٹل میں ارمان خان آتے ہیں... ہمیں دراصل ان
سے ملنا چاہتے۔"

"میں ہیڈ بیرے کو بلاتا ہوں... شاید وہ جانتا ہو گا۔"

یہ کہ کر اس نے گھنٹی کا بٹن دبا دیا... فوراً ہی لمبے قد کا ایک
بیرا اندر داخل ہوا، اس کے چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں بھی تھیں۔

"یس سر۔" اس نے باادب انداز میں کہا۔

"کالے خان... ہمارے ہوٹل میں کوئی صاحب ارمان خان نام کے بھی
آتے ہیں۔"

"جی پہلے بھی آیا کرتے تھے... اب تو مدت ہوئی انہیں دیکھے
ہوئے۔"

"ان کا کوئی پتا ٹھکانا بتا دیں۔"

"میرے علم میں تو نہیں... کسی سے پوچھ کر بتا دوں گا۔"

"شکریہ... ضرور بتائیے گا... اچھا آپ جا سکتے ہیں..." محمود نے کہا۔

وہ جانے کے لیے اٹھا ہی تھا کہ فرزانہ زور سے چونکی۔

ہنسی

"کیا بات ہے فرزانہ۔" اس نے ہیڈ
"کچھ۔۔۔ کچھ نہیں۔۔۔ آپ کا نام کیا ہے جناب۔۔۔" اس نے
چہرے سے پوچھا۔
"مجھے۔۔۔ کالے خان کہتے ہیں۔"
"کالے خان۔۔۔ عجیب سا نام ہے۔۔۔ خیر ہمیں اس سے کیا۔۔۔ یہ آپ
کے پاؤں میں کیا ہوا؟" فرزانہ نے فرش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔ فرش
پر خون کے دھبے لگے صاف نظر آ رہے تھے۔
"میرے پاؤں میں چوٹ لگی ہے۔۔۔ ایک کیل چبھ گیا ہے۔" اس نے
جھینپ کر کہا۔
"کیوں! آپ ننگے پاؤں پھر رہے تھے۔"
"گھر میں تو آدمی ننگے پاؤں ہی ہوتا ہے۔"
"ہم آپ کے گھر کی تلاشی لے سکتے ہیں؟" فرزانہ نے کہا۔
"جی یہ کیا بات ہوئی بھلا۔۔۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔۔۔ لیکن

حیرت میں خوف کی جھلک انہوں نے صاف محسوس کی۔
"کیوں جناب! بات کیوں نہیں ہوئی۔۔۔ آخر یہ کیسا زخم ہے جو لگا تھا
آپ کے گھر میں۔۔۔ اور اس سے خون اب تک رس رہا ہے۔۔۔ جب کہ پیر
پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔"
"زخم پر پھر چوٹ لگ گئی تھی۔۔۔ اس لیے خون رس رہا ہے۔" اس
نے منہ بنا کر کہا۔
"خیر۔۔۔ ہم آپ کے گھر کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔۔۔ آپ اسی وقت
ہمارے ساتھ چلیں۔"
"آپ دیکھ رہے ہیں سر۔۔۔ بھلا اس بات کی کوئی تک ہے۔"
"تک تو واقعی نہیں ہے جونی میاں۔۔۔ لیکن اب کیا کیا جائے۔۔۔ یہ
پولیس والے ہیں۔۔۔ میرا خیال ہے تم انہیں ساتھ لے جاؤ اور تلاشی دے
دو۔۔۔ تاکہ ہمیں کوئی پریشانی نہ ہو۔"
"او کے سر۔۔۔ مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"
اور پھر وہ اسے ساتھ لے کر اس کے گھر آئے۔
"میں ذرا پردہ کرا لوں۔"
اس نے کہا۔
"ٹھیک بات ہے۔۔۔ لیکن زیادہ دیر نہ لگایئے گا۔"
"جی نہیں۔۔۔ اس کام میں بھلا کیا دیر لگ سکتی ہے۔" اس نے کہا اور
اندر چلا گیا۔

"یہ کیا فرزانہ... آخر تمہیں اس کے گھر کی تلاشی لینے کی کیا ضرورت پیش آئی۔"

"زخم پر بندھی پٹی دیکھ کر۔"

"کیا مطلب!" اکرام، محمود اور فاروق ایک ساتھ بولے۔

"ہاں بھئی... میں نے اس کے زخم پر بندھی پٹی کو دیکھ کر اس کے گھر کی تلاشی لینے کا پروگرام بنایا تھا... یہ بات عجیب تو ضرور ہے... لیکن میں اپنی چھٹی حس کو کیا کروں۔"

"لیکن... کوئی بات تو ضرور ذہن میں آئی ہوگی... صرف چھٹی حس کے خبردار کرنے پر تم گھر کی تلاشی کا پروگرام نہیں بنا سکتی تھیں۔"

"ابھی ایک بات بھی ذہن میں آئی تھی۔" اس نے جھلا کر کہا۔

اسی وقت کالے خان باہر آگیا۔

"آیئے جناب لیجئے تلاشی..." اس نے منہ بنا کر کہا۔

وہ اندر داخل ہوئے... یہ ایک چھوٹا سا مکان تھا... تین کمروں کا... ایک کمرے میں کالے خان کے گھر کے افراد تھے... باقی دو کمرے دیکھنے میں انہیں کیا دیر لگتی... لیکن وہاں کچھ بھی نہ ملا... آخر فرزانہ نے کہا۔

"آپ گھر کے افراد والا کمرہ خالی کرائیں۔"

"آخر آپ کس چیز کی تلاش میں ہیں۔"

"ابھی بتاتے ہیں... پہلے تلاشی مکمل ہو جائے۔"

آخر اس نے وہ کمرہ خالی کرایا... اس دوران انہیں ایک طرف ہو [illegible]

کھڑے ہونا پڑا۔

"آپ اس کمرے کو بھی دیکھ لیں۔" اس نے کہا۔

وہ اندر داخل ہوئے... پھر باہر نکل آئے۔

"بس ہوگیا آپ کا اطمینان۔"

"نہیں..." فرزانہ نے فوراً کہا۔

"کیا مطلب..." اس نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"آپ مجھے اپنے گھر کے افراد والے کمرے میں جانے دیں... اس لیے کہ میں لڑکی ہوں اور وہ مجھ سے پردہ نہیں کریں گے۔"

"کیا مطلب... کیا عورتوں کی بھی تلاشی لیں گے آپ۔" اس نے [illegible] کر کہا۔

"ہاں! یہ بہت ضروری ہے۔"

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں... میرے گھر کی تلاشی کس سلسلے میں [illegible] ہے۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ میں نے آپ کے پیر پر پٹی بندھی دیکھی [illegible] ساتھ ہی فرش پر آپ کے جوتوں کے نشانات بھی نظر آگئے تھے۔"

"تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔" اس نے جل بھن کر کہا۔

"آپ کے جوتوں کے نشانات ہم ایک اور جگہ دیکھ چکے ہیں۔"

"کیا مطلب... کیا یہ بھی کوئی عجیب بات ہے... [illegible]

[illegible] "اگر میرے جوتوں کے نشانات کہیں نظر آگئے تو یہ [illegible]

خاص بات ہے۔"

"لیکن اگر آپ کے جوتوں کے نشانات کسی ایسی جگہ پائے گئے ہوں۔ جہاں سے ایک عدد خزانہ چوری چھپے منتقل کیا گیا ہو تو پھر آپ کیا کہیں گے۔"

"کیا کہا۔ خزانہ۔ چوری چھپے۔ منتقل۔" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا' جیسے خواب میں بول رہا ہوں۔

"ہاں جناب۔ اب یہ بات آپ کے خیال میں قابل اعتراض ہے یا نہیں۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔ صاف صاف بات کریں۔" اس نے [illegible] کر کہا۔

"آپ ساری بات سمجھ کر بھی کہ رہے ہیں' صاف صاف بات کریں۔ اس سے زیادہ صاف بات یہ ہے کہ غلام رسول کی حویلی سے آپ نے خزانہ بھوت بن کر منتقل کیا۔ اب ہم آپ سے پوچھتے ہیں۔ خزانہ کہاں ہے۔"

"آپ لوگوں کا شاید دماغ چل گیا ہے۔"

"اور اب آپ کا دماغ چلنے کی باری ہے۔" اکرام نے خشک لہجے [illegible] کہا۔

"آپ اس کمرے کی۔ میرا مطلب ہے۔ کمرے میں موجود خواتین کی تلاشی لینے دیں۔ اگر آپ انکار کریں گے تو پھر زبردستی تلاشی لی جا[illegible]

گی۔"

"یہ ظلم ہے۔ زیادتی ہے۔"

"لیکن کیسے۔ اگر آپ نے کوئی جرم نہیں کیا تو آپ کو کیا اعتراض ہے۔ اس صورت میں آپ کو تو خوشی سے تلاشی دینی چاہئے۔"

"نہیں۔ میں تلاشی نہیں دوں گا۔ آپ پہلے وارنٹ لے آئیں۔"

"اوہ ہاں وارنٹ۔ وہ ہم ساتھ رکھتے ہیں۔" محمود نے خصوصی اجازت نامہ نکال کر دکھایا۔

"یہ۔ یہ کیا ہے۔" وہ دھک سے رہ گیا' منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"جی یہ وارنٹ ہیں' پڑھ کر دیکھ لیں۔"

اس نے جلدی جلدی اجازت نامہ پڑھا۔ اور بیٹھتا چلا گیا۔

"یہ کیا آپ فرش پر اکڑوں بیٹھ گئے۔"

"ہاں! جائیے کمرہ دیکھ لیجئے۔ خواتین کی تلاشی بھی لے لیجئے۔"

"شکریہ۔ یہ دیکھئے۔ صرف میں جا رہی ہوں۔ ہم میں سے کوئی اور نہیں جا رہا۔"

"میری طرف سے آپ سب چلے جائیں۔" اس نے جھلا کر کہا۔

"نہیں! ہم قانون کو اپنے ہاتھوں میں نہیں لیتے۔ فرزانہ صرف تم [illegible]"

فرزانہ نے دروازے پر دباؤ ڈالا' لیکن وہ اندر سے بند تھا' اس نے [illegible] پر زور دار دھکا دیتے ہوئے کہا۔

"دروازہ کھول دو۔"

لیکن دروازہ نہ کھلا۔

"مسٹر کالے خان۔۔۔ آپ قانون کے راستے میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔"

اکرام نے جھنجھلا کر کہا۔

"کیوں! اب میں نے کیا کیا ہے۔"

"دروازہ نہیں کھول رہے ہیں آپ کے گھر والے۔"

وہ اٹھا اور دستک دیتے ہوئے اس نے کہا۔

"دروازہ کھول دو۔۔۔ ورنہ یہ لوگ توڑنے پر اتر آئیں گے۔"

"ہاں بالکل! یہ کی ہے آپ نے پہلی سمجھ داری کی بات۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

آخر چٹخنی گرنے کی آواز سنائی دی۔۔۔ انہوں نے دیکھا۔۔۔ دروازہ کھولنے والا ایک نوجوان آدمی تھا۔۔۔ اندر کوئی عورت نہیں تھی۔

"ہائیں۔۔۔ وہ آپ کے گھر کی عورتیں کہاں چلی گئیں۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"بس آپ اسی کو عورت سمجھ لیں۔" کالے خان نے کہا۔

"آپ کا نام۔۔۔ میرا مطلب ہے۔۔۔ آپ کی تعریف۔۔۔ فرزانہ چیخی آواز میں بولی۔

"مجھے جالے خان کہتے ہیں۔۔۔ میں کالے خان کا بھائی ہوں۔"

"لیکن آپ اس کمرے میں بند ہو کر کیا کر رہے تھے۔"

"یہ کالے خان سے پوچھیں۔۔۔ اس نے جو کہا' میں نے کیا۔۔۔ مجھے نہیں معلوم۔۔۔ اس نے مجھے کمرے میں بند ہونے کے لیے کیوں کہا تھا۔"

"کیوں کالے خان! یہ کیا حرکت تھی۔"

"میں جاننا چاہتا تھا کہ آپ کس چکر میں ہیں۔"

"تو وہ آپ جان چکے' ہم خزانے کے چکر میں ہیں۔۔۔ تم وہ خزانہ غلام رسول کی حویلی سے نکال کر لائے ہو۔"

"نہیں! یہ غلط ہے۔"

"ہم نے تمہارے چپلوں کے نشانات وہاں دیکھے ہیں۔۔۔ نشانات ہمارے پاس محفوظ ہیں۔"

"کیا اس قسم کے چپل کسی اور کے پیر میں نہیں ہو سکتے۔"

"ضرور ہو سکتے ہیں لیکن ہر ایک کے چلنے کا اپنا انداز ہے۔۔۔ آپ دائیں پیر کی صرف ایڑی نکالتے ہیں' پیر زخمی ہونے کی وجہ سے' اس طرح دائیں ایڑی کا نشان بالکل صاف آتا ہے' جب کہ اگلے حصے کا صاف نہیں آتا۔۔۔ یہ دیکھیں نشانات۔" فرزانہ نے گرد آور فرش پر بنے نشانات کی طرف اشارہ کیا۔

"لیکن اس طرح کسی اور کا پیر بھی زخمی ہو سکتا ہے اور اس جیسی چپل کسی اور کے پاؤں میں بھی ہو سکتی ہے۔"

"ہاں! لیکن جب تک ہمیں وہ دوسرا آدمی نہیں مل جاتا ہم آپ سے

گزارا کرلیں گے۔"

فاروق نے جل کر کہا۔

"جی کیا مطلب۔ گزارا کرلیں گے۔"

"ہاں! آپ کو حوالات میں بند کردیں گے۔"

"لیکن کیسے۔ ابھی آپ نے میرا جرم کہاں ثابت کیا ہے... پہلے آپ وہ خزانہ برآمد کرکے دکھائیں۔"

"اوہ ہاں... یہ بات تو بالکل ٹھیک ہے... خیر ہم وہ خزانہ بھی برآمد کرکے دکھادیتے ہیں... یہ ہمارے لیے کیا مشکل ہے۔"

"چلیے ٹھیک ہے... کریں تلاش..." کالے خان نے کندھے اچکائے۔

"بھائی جان! یہ چکر کیا ہے۔"

جالے خان بولا۔

"تم چپ رہو..." اس نے جھلا کر کہا اور جالے خان تھر تھر کانپنے لگا۔

"بھئی... انہوں نے آپ کو چپ رہنے کے لیے کہا ہے... تھر تھر کانپنے کے لیے نہیں کہا۔"

فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"اوہ اچھا۔" اس نے کانپنا بند کردیا اور منہ بھینچ کر بیٹھ گیا۔

"بہت فرماں بردار ہیں۔" فاروق نے تعریف کی۔

اب انہوں نے خزانے کی تلاش شروع کی... لیکن ایک گھنٹے کی سرتوڑ کوشش کے بعد بھی کامیابی حاصل نہ کرسکے... آخر تھک ہار کر اکرام نے

کہا۔

"میرا خیال ہے... ان دونوں کو حوالات میں بند کردیتے ہیں... وہاں ان سے اگلوالیں گے کہ خزانہ کہاں ہے۔"

"چلیے پھر لے چلیں انہیں۔"

اکرام نے اپنے ماتحتوں کو فون کیا... وہ آئے اور ان دونوں کو ہتھکڑیاں لگانے لگے۔

"آپ دو بے گناہوں کو گرفتار کررہے ہیں جناب۔"

کالے خان نے غرا کر کہا۔

"ہمارے خیال میں ایسی بات نہیں ہے۔"

"جب کہ ہم سمجھتے ہیں... آپ لوگ مجرم ہیں۔"

"کم از کم، میرے بھائی کا کیا قصور ہے... اتنا تو بتائیں..." کالے خان نے عجیب انداز میں کہا۔

"آپ کے بھائی بھی آپ کے ساتھ ہیں... آپ نے انہیں جھوٹ موٹ کمرے میں چھپا رکھا تھا... آخر یہ ڈرامہ کرنے کی کیا ضرورت تھی آپ کو۔"

"میرا دماغ چل گیا تھا..." اس نے جھلا کر کہا۔

"مگر آپ کا دماغ چل گیا تھا تو پھر اس میں ہمارا کیا قصور... سزا تو [illegible] [illegible] تو آپ کو ملے گی۔"

فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"دماغ چلنے کی کیا سزا ہو سکتی ہے بھلا۔"

"حد ہو گئی۔۔۔ اب ہم دماغ چلنے کی سزا بھی بتائیں گے۔۔۔ ہے کوئی
تک آپ نے سنا انکل۔"

"ہاں سن چکا ہوں۔۔۔ لے چلو بھئی انہیں سپیشل کمرے میں رکھنا
ہے۔"

"یہ فرار نہ ہونے پائیں۔"

اور پھر ان دونوں کو گاڑی میں بٹھا دیا گیا۔۔۔ ان کے جانے کے بعد
انہوں نے ایک بار پھر کسی نہ خانے کی تلاش شروع کی۔۔۔ لیکن نہ خانے یا
خزانے کا دور دور تک پتا نہ چلا۔

"پتا نہیں کیا بات ہے۔۔۔ عجیب سا احساس ہو رہا ہے۔"

"چلو اس احساس پر گھر چل کر بات کریں گے۔۔۔ فی الحال اس کیس
میں کون سی ایسی بات ہے کہ ہم دن رات ایک کریں۔"
محمود نے کہا۔

"ہاں! یہ تو ہے۔"

اور وہ گھر آ گئے۔۔۔ انسپکٹر جمشید نے ان کے لٹکے ہوئے چہرے دیکھے
ہنس پڑے۔

"ناکام ہو کر آئے ہو۔"

"یہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔"
فاروق بولا۔

"تو پھر۔۔۔ کامیاب ہو کر آئے ہو۔"

"یہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"تو پھر کہا کیا جا سکتا ہے۔" انہوں نے جھلا کر کہا۔

"یہ آپ انکل اکرام سے پوچھ لیں۔"

"ہاں اکرام۔۔۔ تم بتاؤ۔۔۔ یہ تو یونہی ادھر ادھر کی ہانکتے رہتے ہیں۔"

"لیکن سر۔۔۔ فاروق ٹھیک کہہ رہا ہے۔"

"کیا مطلب۔۔۔ کیا تم بھی یہی کہتے ہو کہ نہ کامیاب ہو کر آئے ہیں، نہ
ناکام ہو کر۔"

"جی ہاں!" اس نے کہا۔

"اچھا خیر۔۔۔ تفصیل سناؤ۔"

محمود نے پوری تفصیل سنا دی۔۔۔ اس کے خاموش ہونے پر وہ ہنسنے
لگے۔۔۔ ہنستے ہی چلے گئے۔۔۔ یوں لگتا تھا جیسے ان پر ہنسنے کا دورہ پڑ گیا ہو۔

○☆○

خیریت نہیں

"آپ کے ہنسنے پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں... لیکن آخر آپ کب تک ہنسیں گے اور پھر ہنس کیوں رہے ہیں... یہ تو بتادیں... تاکہ ہم بھی اس ہنسی میں شامل ہو سکیں۔"

وہ یک دم رک گئے... پھر مسکرا کر بولے۔

"میں تمہاری عقل مندی اور بے وقوفی پر ہنس رہا ہوں۔"

"جی کیا فرمایا آپ نے... ہم کچھ سمجھے نہیں۔"

"عقل مندی کی بات تو یہ تھی کہ تم نے ہوٹل کے کمرے میں اس کے پاؤں کے نشانات دیکھ کر اسے پکڑلیا اور اس کے گھر کی تلاشی کا فیصلہ کرلیا۔"

انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور میری بے وقوفی کہاں سے شروع ہوتی ہے۔" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"تم لوگوں نے اس کے گھر کی تلاشی تو لی' لیکن ایک خاص پہلو پر غور

نہ کیا۔"

"اور وہ خاص پہلو کون سا ہے۔"

فرزانہ نے فوراً کہا۔

"یوں مزا نہیں آئے گا... وہ خاص پہلو بھی تمہیں خود بتانا پڑے گا اور جب وہ پہلو تمہاری سمجھ میں آجائے گا تو تم اچھل پڑو گے۔"

"اچھل پڑنے کو جی تو بہت چاہ رہا ہے... شاید بہت دن ہو گئے اچھلے ہوئے۔"

فاروق نے منہ بنایا۔

"یہ وقت ادھر ادھر کی بات کرنے کا ہے بھلا۔"

محمود جھلا کر بولا۔

"ٹھیک ہے ابا جان... آپ ہمیں غور کرنے کی مہلت دیں۔"

"ٹھیک ہے... پندرہ منٹ دیئے۔"

"معلوم ہو گیا۔" فاروق بول اٹھا۔

"کیا معلوم ہو گیا۔"

"یہ کہ آپ مہلت دینے کے معاملے میں بہت کنجوس واقع ہوئے ہیں۔"

"آپ ایک گھنٹے کی مہلت نہیں دے سکتے۔"

"نہیں! معاملے کی نوعیت دیکھ کر مہلت دی جاتی ہے... یہ معاملہ زیادہ وقت نہیں مانگتا۔"

وہ بولے۔

"خیر ہم کوشش کریں گے کہ وہ خاص پہلو آپ کو بتا سکیں۔"

"بہت خوب' اکرام تم بھی غور کرو۔"

"جی اچھا۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

اور وہ سوچ میں ڈوب گئے۔ پھر فرزانہ نے سر اٹھایا۔

"میں سمجھ گئی ابا جان... اف۔"

"یہ بعد میں اف کس خوشی میں کہا۔"

فاروق نے حیران ہو کر پوچھا۔

"حد ہو گئی... بھلا اف بھی کسی خوشی میں کہا جاتا ہے۔"

"کہنے کو ہم کیا کچھ کس خوشی میں نہیں کر سکتے۔"

فاروق بولا۔

"یار چپ رہو... کام کی بات کر سکتے ہو تو کرو۔" انسپکٹر جمشید جی

اٹھے۔

"وہ میں بتا دیتی ہوں۔"

"ابھی نہیں فرزانہ... پندرہ منٹ کی مہلت پوری نہیں ہوئی... تم

ابھی محمود' فاروق اور اکرام کو بھی غور کر لینے دو۔"

"میں بھی سمجھ گیا ابا جان۔"

"اور میں بھی سر..." اکرام پر جوش انداز میں بولا۔

"رہ گئے یہ حضرت... یہ تو ہیں ہی کوڑھ۔"

"خیر یہ بات نہیں... یہ تم تینوں سے پہلے سمجھ گیا تھا۔"

"کیا... آپ نے یہ اندازہ کس طرح لگایا۔" فاروق دھک سے رہ

گیا۔"

"میں نے تمہیں چونکتے دیکھ لیا تھا... اس کے ایک منٹ بعد فرزانہ

کی سمجھ میں بات آئی۔"

"اس کا مطلب ہے... اصل کوڑھ میں ہوں۔"

محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"نہیں بھئی... یہ بات نہیں... ایسا ہو جاتا ہے... اکثر ایسا ہوا ہے کہ

تم فاروق کی نسبت بہت پہلے بات کو سمجھ گئے۔"

"لیکن میرا خیال ہے... فاروق نے سمجھ جانے کی ایکٹنگ کی تھی۔"

محمود مسکرایا۔

"کیا کہا... میں جھوٹ بھی بولتا ہوں۔"

"اگر نہیں تو پھر بتاؤ... ہم سے کیا بھول ہو گئی۔"

"جب ہم کالے خان کے دروازے پر پہنچے تو اس نے کہا۔ آپ باہر

ٹھہریں... میں ذرا پردہ کرالوں... ہم باہر ٹھہرے رہے اور وہ اندر چلا گیا۔

بعد میں جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ وہاں کوئی عورت نہیں تھی تو ہم لوگوں

نے اس پہلو پر غور کیوں نہیں کیا کہ اس نے پردہ کرانے کے بہانے مہلت

کیوں لی تھی۔"

"ہم نے غور کیا تھا... اور یہ سوچا تھا کہ اس نے خزانہ کسی تہ خانے

میں چھپا دیا... لیکن وہاں کوئی تہ خانہ تھا ہی نہیں۔"

"یہی تو تم سے بھول ہوئی ہے..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی ہاں! اب یہ بات سمجھ میں آگئی ہے... کہ کیا بھول ہوئی ہے۔" فاروق نے کہا۔

"تو بتاؤ نا۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"بھول یہ ہوئی ہے کہ ہمیں وہاں سوچنا چاہئے تھا... کہ یہ بات تو کالے خان کو بھی معلوم تھی کہ اس مکان کے نیچے کوئی تہ خانہ نہیں ہے... پھر اس نے پردہ کرانے کے بہانے مہلت کس لیے حاصل کی... سوچنے والی بات یہ تھی۔"

"ہاں بالکل ٹھیک... خیر اب سوچ لو... اس نے مہلت کیوں حاصل کی تھی۔"

"خزانہ ادھر ادھر کرنا تھا اور کیا۔"

"آؤ چلیں... اب اس مکان کو دیکھنا بہت ضروری ہو گیا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

وہ ایک بار پھر کالے خان کے مکان پر پہنچے۔ دروازے پر دو سادہ لباس والے موجود تھے... اکرام جاتے وقت ان کی ڈیوٹی لگا گیا تھا۔

"کیوں بھئی... ہر طرح خیریت ہے نا۔"

"یس سر... کوئی اس طرف نہیں آیا۔"

وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے۔

"ہاں! تم لوگوں کو باہر ٹھہرا کر اس نے اپنے بھائی [illegible] کمرے میں بند کیا تھا۔"

"جی اس میں... اس کی تلاشی ہم نے بعد میں لے لی تھی۔"

وہ اس کمرے میں داخل ہوئے فرش کو، دیواروں کو اور کھڑکیوں کو غور سے دیکھا... پھر ایک کھڑکی پر ان کی نظریں جم گئیں... انہوں نے اس کی سلاخوں کو ہلا جلا کر دیکھا... اچانک ایک سلاخ ان کے ہاتھ میں آگئی... بہت آسانی سے کھڑکی کی چوکھٹ میں سے نکل آئی تھی۔

"ارے! یہ کیا..." وہ اچھل پڑے۔

اب انہوں نے دوسری سلاخ پر ہاتھ ڈالا... وہ بھی نکل گئی... اس طرح ایک ایک کر کے تمام سلاخیں نکل گئیں۔

"اس راستے انہوں نے مکان سے خزانہ باہر پھینک دیا۔"

"لیکن... انہیں تو ہم ساتھ لے گئے تھے... پھر تو خزانہ اس کھڑکی کے نیچے ہونا چاہئے۔"

"جی نہیں... نیچے ان کا کوئی آدمی موجود تھا... اس نے خزانے کا [illegible] اور نہایت اطمینان سے چلا گیا... کیونکہ تمہیں تو ابھی مکان کی تلاشی لینی تھی۔" وہ مسکرائے۔

"ہمیں بہت افسوس ہے... ہمیں پہلے سادہ لباس والے باہر مقرر کرنے چاہئے تھے۔"

"ٹھیک... یہ ہے اصول۔" انسپکٹر جمشید پر زور انداز میں بولے۔

"خیر... اب تو غلطی ہو گئی... اب کیا ہو سکتا ہے۔" محمود نے افسوس زدہ انداز میں کہا۔

"لیکن وہ دونوں تو ہمارے قبضے میں ہیں... ہم ان سے اگلوا سکتے ہیں۔"

"ہاں بالکل... آؤ چلیں۔"

وہ وہاں سے حوالات پہنچے۔ اکرام نے اپنے ایک ماتحت سے کہا۔

"ان دونوں کو نکال کر کمرہ امتحان میں لے آؤ۔"

"جی بہتر!" اس نے کہا اور وہ لوگ آگے بڑھ گئے۔

جلد ہی دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی۔

"سر... سر وہ مرے پڑے ہیں۔"

"مرے پڑے ہیں... کون مرے پڑے ہیں۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"جی وہ... دونوں... کالے خان اور جالے خان۔"

"کیا کہا۔"

وہ حوالات کی طرف لپکے۔ اندر داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا۔ دونوں ساکت پڑے تھے اور آنکھیں کھلی ہوئی تھیں... جسم کا رنگ نیلا ہو چکا تھا۔

"یہ بہت برا ہوا۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنا کر کہا۔

"لیکن ابا جان! اس میں ہمارا کیا قصور... یہ کوتاہی تو یہاں کے عملے کی

ہے۔"

"ہاں! میں تمہیں نہیں کہہ رہا... اکرام... حوالات پر جو نگران مقرر ہیں... انہیں یہیں لے آؤ۔" انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

او کے سر... لیکن سر... یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ انہوں نے خودکشی کی ہو۔"

"ہاں! اس بات کا امکان ہے... خیر یہ تو ابھی معلوم ہو جائے گا۔" انہوں نے کہا اور اکرام چلا گیا... جلد ہی وہ چار آدمیوں کو ساتھ لیے واپس لوٹا۔

"یہ لوگ نگرانی پر تھے۔"

"ان سے کوئی ملنے تو نہیں آیا تھا۔"

"جی نہیں... ہدایات تھیں کہ ان سے کسی کو ملنے نہ دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے... پھر یہ کیسے مر گئے۔"

"اس بارے میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں سر۔"

"کیا تم نے برابر نگرانی کی ہے... کچھ دیر کے لیے ادھر ادھر تو نہیں ہٹے۔"

"جی نہیں! ہم مسلسل ڈیوٹی پر رہے ہیں۔"

"اچھی بات ہے... تم لوگ یہیں ٹھہرو... پہلے ہم لاشوں کا معائنہ کریں۔"

انہوں نے دونوں لاشوں کو بغور دیکھا... جسم پر کہیں زخم کا نشان

نہیں تھا۔۔۔ دونوں بالکل سیدھے لیٹے ہوئے تھے۔۔۔ یوں لگتا تھا جیسے پہلے
لیٹے ہوں اور پھر انہوں نے زہر کھا لیا ہو۔۔۔ ملاقاتی ان کے پاس آیا نہیں۔۔۔
اس کا مطلب ہے۔۔۔ خود ان کے پاس زہر تھا۔۔۔ جو انہوں نے کھا لیا' لیکن
سوال یہ ہے کہ ان کے پاس زہر کہاں سے آیا۔" یہ کہ کر وہ ان چاروں
طرف مڑے۔

"حوالات میں بند کرنے سے پہلے ان کی تلاشی کس نے لی تھی۔"

"میں نے۔" ایک نے کہا۔

"ان کی جیبوں سے کوئی کام کی چیز ملی تھی۔"

"نہیں جناب! جیبیں بالکل خالی تھیں۔" اس نے کہا۔

"تب پھر زہر انہوں نے کہیں چھپایا ہوا تھا۔۔۔ لیکن سوال یہ ہے
انہیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی۔۔۔ ان پر کوئی قتل و
الزام تو تھا نہیں۔"

"اب یا تو یہ چاروں جھوٹ بول رہے ہیں۔۔۔ انہوں نے کسی ملا
کو اجازت دی ہے کہ اس سے مل لیں۔۔۔ اور وہ انہیں زہر دے کر
گیا۔"

"لیکن کیسے ابا جان۔۔۔ کسی کو زہر کھانے پر کیسے آمادہ کیا جا سکتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔۔۔ وہ کوئی کھانے کی چیز لایا ہو۔۔۔ اب ان دونوں کو
نہیں ہو گا۔۔۔ لہٰذا انہوں نے زہر کھا لیا۔"

"تب پھر ان سے سختی کی جائے۔"

محمود نے سرد آواز میں کہا۔

"نہیں سر۔۔۔ ہم نے کچھ نہیں کیا۔۔۔ یقین کریں۔۔۔ ان سے ملنے نہ
کوئی آیا۔۔۔ نہ ہم نے کسی کو اجازت دی۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"اکرام۔۔۔ اب اصل حقیقت تو پوسٹ مارٹم کے بعد معلوم ہو گی۔۔۔
ان دونوں کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھیج دو اور ان چاروں کو حراست میں
رکھو' جونہی رپورٹ ملے میرے پاس چلے آنا۔"

"او کے سر۔" اس نے کہا۔

وہ گھر آ گئے۔۔۔ تین گھنٹے بعد اکرام ان کے پاس پہنچا۔۔۔ اس کے چہرے
پر حیرت ہی حیرت تھی۔

"خیر تو ہے بھئی۔۔۔" انسپکٹر جمشید نے چونک کر پوچھا۔

"خیریت نہیں ہے سر۔۔۔" اس نے سرسراہٹ زدہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

○☆○

دور نہ چلا جائے

اکرام چند لمحے تک خاموش رہا... پھر اس کے ہونٹ ہلے۔
"ان چاروں نے..." وہ کہتے کہتے رک گیا... جملہ مکمل نہ کر سکا۔
"ان چاروں نے کیا..." وہ بے چین ہو گئے۔
"اپنا بیان بدل دیا ہے۔"
"کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔
"اب ان کا بیان یہ ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو ملاقات کی اجازت دی تھی اور اس سے رشوت کے طور پر بڑی رقم لی تھی۔"
"اف مالک... یہ میں کیا سن رہا ہوں... کیا میرے دفتر کے لوگ بھی ایسا کر سکتے ہیں..." انہوں نے کانپ کر کہا۔
"اسی بات نے تو مجھے پریشان کر دیا ہے... اخبارات تو اس خبر کو لے اڑیں گے۔"
"لیکن اب ہم کیا کر سکتے ہیں... لالچ سے بڑھ کر بری چیز شاید اس دنیا میں کوئی نہ ہوگی... افسوس... اچھا انہوں نے اس کا حلیہ کیا بتایا ہے... کیا

وہ اسے پہلے سے جانتے تھے۔"
"نہیں! ان کا کہنا ہے اسے انہوں نے پہلی بار دیکھا تھا... بس بڑی رقم دیکھ کر وہ لالچ میں آ گئے... اس کے پاس کھانے کو کچھ چیزیں تھیں جنہیں اس نے ان دونوں کو دیا تھا۔"
"افسوس! ان لوگوں کی وجہ سے دو انسانی جانیں گئیں۔"
"حلیہ عجیب و غریب بتایا ہے انہوں نے... لمبا قد، بندر جیسا منہ اور بس۔"
"لمبا قد... بندر جیسا منہ... کیا یہ حلیہ تمہارے ذہن کے ریکارڈ میں موجود ہے اکرام۔"
"نہیں سر... لیکن ہم تلاش تو کر سکتے ہیں۔"
"بالکل ٹھیک... ہم سب اس مہم پر ابھی اور اسی وقت نکلتے ہیں۔"
"کیا مطلب... کیا آپ بھی جائیں گے۔"
"ہاں! خزانہ دور نہ چلا جائے..." وہ بولے۔
"تو کیا ہم ایک ساتھ جائیں گے۔"
"نہیں الگ الگ... ہاں فون پر ایک دوسرے سے رابطہ رکھیں گے۔"
"بہت بہتر... تو پھر ہم لوگ جا رہے ہیں۔"
"میں بھی کسی کو ساتھ لے لیتا ہوں فکر نہ کرو۔"
"ہم سمجھ گئے آپ انکل خان رحمان کو ساتھ لیں گے۔"

"یہ ضروری نہیں... اگر وہ نہ ملے تو میں دفتر کا کوئی آدمی ساتھ لے لوں گا... کسی کو نہ لے کر جاؤں تو بھی خیر ہے۔"

اور اس طرح وہ گھر سے روانہ ہوئے۔

"ہم پہلے کہاں جائیں..." محمود نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہوٹل کاروان... کیونکہ پہلا سراغ اسی ہوٹل سے ملا تھا۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔" فرزانہ بولی۔

وہ ہوٹل کاروان پہنچے... ہوٹل کے مالک سے ایک بار پھر ملاقات کی گئی... اس نے انہیں حیران ہو کر دیکھا۔

"آپ اس قدر جلد پھر آ گئے؟"

"جی ہاں! مجبوری ہے... ورنہ ہم آپ کو ہرگز پریشان نہ کرتے۔"

"خیر فرمایئے... اب کیا ہوا؟"

"ہم نے پہلی ملاقات میں آپ کا نام نہیں پوچھا تھا۔"

"میرا نام زاہد نامی ہے۔"

"آپ نے پہلی ملاقات کے موقع پر اپنے ہیڈ بیرے کالے خان کو بلایا تھا اور ہم اسے اس کے گھر لے گئے تھے' اس لیے کہ ہمیں اس کے گھر کی تلاشی لینا تھی۔"

"بات کیا ہے جناب۔"

"بات بھی بتاؤں گے... آپ صرف یہ بتائیں وہ کب سے ملازم تھا۔"

"کئی سال سے... صحیح تاریخ تو رجسٹر میں دیکھ کر ہی بتائی جا سکتی ہے۔"

"اس کا کوئی سگا بھائی بھی ہے۔"

"ہاں! ایک بھائی ہے تو سہی... جالے خان۔"

"کیا وہ بھی آپ کے ہوٹل میں کام کرتا ہے۔"

"جی نہیں... وہ میرے پاس ملازم نہیں ہے۔"

"آپ بتا سکتے ہیں... وہ کیا کام کرتا ہے۔"

"مجھے نہیں معلوم... یہ بات آپ کالے خان سے کیوں نہیں پوچھ لیتے۔"

"اس لیے کہ اب وہ کچھ بتانے کے قابل نہیں رہا۔"

"یہ... یہ کیا بات ہوئی۔"

"وہ اور اس کا بھائی قتل کر دیے گئے ہیں۔" محمود نے پرسکون آواز میں کہا۔

"کیا!!!" وہ چلا اٹھا۔

"ہاں جناب! ان دونوں کو حوالات میں ختم کیا گیا ہے... کھانے کی کسی چیز میں زہر ملا کر۔"

"اف! یہ میں کیا سن رہا ہوں۔"

"اب آپ ملازمین والا رجسٹر منگائیں۔"

"کیوں... کیا بات ہے۔"

"میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ کالے خان کب ہوٹل میں ملازم ہوا تھا۔"

"جی اچھا۔" اس نے کہا اور گھنٹی بجائی... فوراً ہی ایک بیرا اندر داخل ہوا۔

"ملازمین والا رجسٹر لے آؤ۔"

"جی بہت بہتر!" اس نے کہا اور چلا گیا۔

"کیا اس کی ڈیوٹی دروازے پر ہی ہے... " فرزانہ نے چونک کر پوچھا۔

"کیوں کیا بات ہے۔"

"بات ہے... ادھر آپ نے گھنٹی بجائی... ادھر یہ دروازے پر آگیا۔"

"زیادہ فاصلہ نہیں ہے... گھنٹی ہال میں بجتی ہے... لہٰذا فوراً ہی کوئی بیرا چل پڑتا ہے۔"

"پہلے جب ہم آئے تھے... اس وقت کالے خان اندر آئے تھے۔"

"ہاں! دراصل یہ ڈیوٹی ہیڈ بیرا کی ہے... میری گھنٹی کے جواب میں یہاں آنا۔"

"اوہ اچھا۔"

اتنے میں بیرا پھر اندر داخل ہوا... اور رجسٹر ان کے سامنے رکھ کر چلا گیا... محمود نے رجسٹر دیکھنا شروع کیا... پھر اسے کالے خان کا نام نظر آگیا۔

"اوہو! کالے خان تو یہاں پورے بیس سال سے ملازم تھا۔ جب کہ اس کی عمر اتنی زیادہ نہیں تھی۔"

"جی ہاں! اب یاد آیا... وہ ابھی بہت چھوٹا تھا کہ اس کا باپ اسے

یہاں لایا تھا اور میں نے ترس کھا کر اسے ملازم رکھ لیا تھا۔"

"تو کیا اس کا باپ بھی آپ کے ہوٹل میں ملازمت کرتا تھا۔"

"ہاں بالکل... جب وہ بیمار ہوا تو پھر کالے خان کو لے کر آگیا تھا۔"

"اس وقت سے کالے خان آپ کے پاس ملازمت کرتا رہا ہے۔"

"جی ہاں یہی بات ہے۔"

"لیکن جب میں نے پوچھا کہ وہ کب سے ملازم ہے تو آپ نے کہا تھا کہ کئی سال سے۔"

"تو پھر... میرا جواب غلط کیسے ہو گیا۔"

"وہ تو بچپن سے آپ کے پاس ملازم تھا... آپ کو یہ کہنا چاہئے تھا۔"

"میرے خیال میں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑا۔"

"بہت بڑا فرق پڑا ہے جناب... ہم یہ بات ثابت کریں گے۔"

"اوہو اچھا... تو پھر کریں ثابت۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"وہ بچپن سے آپ کے پاس ملازم تھا... تب تو آپ کا اس سے تعلق بہت زیادہ پرانا ہو گیا۔"

"ہاں تو پھر؟"

"لیکن جب سے میں نے آپ کو اس کی موت کی خبر سنائی ہے آپ کے چہرے پر رنج و غم نام کی کوئی چیز نظر نہیں آئی... کیا آپ انسان نہیں ہیں۔"

محمود نے جھلاتے ہوئے انداز میں کہا۔

میں انسان ہوں۔۔۔ لیکن اپنے رنج و غم کو ظاہر نہیں کرتا۔۔۔ اندر سے ضرور غمگین ہوں۔" وہ مسکرایا۔

"اب ہمیں آپ پر شک ہو چلا ہے۔۔۔ ہم یہاں صرف ارمان خان کی تلاش میں آئے تھے، لیکن کالے خان کے جوتوں کے نشانات دیکھ کر ہمیں بہت حیرت ہوئی تھی۔۔۔ لہٰذا ہم اسے لے گئے۔۔۔ اس کے گھر کی تلاشی بہت پر اسرار ثابت ہوئی۔۔۔ اس نے تلاشی اس طرح دی، گویا اندر عورتیں ہوں۔۔۔ ہمیں پردہ کرانے کی غرض سے باہر کھڑا کر کے اندر چلا گیا، جب کہ اندر عورتیں نہیں تھیں، اندر صرف اس کا بھائی جالے خان تھا، لیکن تلاشی پر وہاں سے کچھ نہ ملا۔۔۔ البتہ ایک ایسی کھڑکی مل گئی جس کی سلاخیں ہٹائی جا سکتی تھیں۔۔۔ مطلب یہ کہ سلاخیں ہٹا کر کالے خان نے خزانہ باہر پھینک دیا تھا۔۔۔ اور باہر کوئی اس کا ساتھی موجود تھا۔۔۔ وہ خزانہ لے کر غائب ہو گیا۔۔۔ اور ہم کالے خان اور اس کے بھائی کو حوالات بھیجنے پر مجبور ہو گئے، ان دونوں کو حوالات میں قتل کر دیا گیا۔ کھانے کی کسی چیز میں زہر انہیں دیا گیا تھا۔۔۔ لہٰذا ہم پھر یہاں آ گئے۔۔۔ کیونکہ یہاں تو ہم ارمان خان کا پتا کرنے آئے تھے۔"

"اسی کے بارے میں پوچھنے کے لیے تو میں نے کالے خان کو بلایا تھا۔۔۔ لیکن آپ اس کے چکر میں پڑ گئے۔" ہوٹل کے مالک زاہد نامی نے منہ بنایا۔

"تو پھر ذرا اب کسی اور کو بلائیں۔"

"میرے خیال میں تو کوئی اور ایسا نہیں جو تمہیں ارمان خان کے بارے میں آپ لوگوں کو کچھ بتا سکے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ جب کہ وہ یہاں کا خاص گاہک تھا۔"

"آپ خود کوشش کر لیں۔۔۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" اس نے برا سا منہ بنایا۔

"تب پھر ہماری کوشش آپ کے گھر سے شروع ہوگی۔"

"کک۔۔۔ کیا مطلب!"

"ہم صاف الفاظ میں بات کرنے کے عادی ہیں۔۔۔ ہمیں شک ہے۔۔۔ خزانہ کالے خان کے گھر سے آپ کے گھر میں لایا گیا ہے۔"

"اوہ نہیں۔۔۔ یہ آپ کا بالکل غلط خیال ہے۔"

"خیر۔۔۔ یونہی سہی۔۔۔ آپ ہمیں تلاشی لینے دیں۔۔۔ اس میں آپ کا کیا نقصان ہے۔"

"لیکن میں اپنے گھر والوں کو بلاوجہ کیوں پریشان کروں۔۔۔ آپ وارنٹ لے آئیں۔"

"وارنٹ ہر وقت ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔" محمود مسکرایا۔

"کیا مطلب۔۔۔" اس نے چونک کر کہا۔

"ہاں جی! یہی بات ہے۔۔۔ یہ دیکھیے وارنٹ اور اب آپ ہمارے ساتھ چلیے۔"

محمود نے سرد آواز میں کہا۔

اس نے اجازت نامہ پڑھا اور ساکت رہ گیا... پھر خاموشی سے ان
کے ساتھ نکل کھڑا ہوا... وہ اس کے گھر میں داخل ہوئے... اس بار انہوں
نے سادہ لباس والے گھر کے چاروں طرف کھڑے کر دیئے تھے۔
انہوں نے پورے گھر کی تلاشی لی... تہ خانے کے مکان پر بھی توجہ
دی گئی، لیکن کسی تہ خانے کے آثار بھی نظر نہ آئے... آخر تنگ آکر باہر
نکل آئے۔

"یار یوں کام نہیں بنے گا۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"تو پھر کیسے بنے گا، بتاؤ..." فاروق بولا۔

"ہمیں ہوٹل میں میک اپ کر کے جانا پڑے گا... اور پورے ہوٹل پر
نظر رکھنا پڑے گی... اس چکر کا تعلق ہوٹل سے ضرور ہے۔"

"ترکیب دلچسپ ہے..." فرزانہ مسکرائی۔

"تو پھر آؤ... پہلے میک اپ کر لیں۔"

گاڑی میں بیٹھ کر ہی انہوں نے میک اپ کیا، ایک سادہ لباس والے
کے ذریعے ایک اور گاڑی منگوائی اور اپنی گاڑی اسے گھر پہنچانے کے لیے
دی... اب وہ اس گاڑی میں ہوٹل کی طرف روانہ ہوئے۔

"میری ایک تجویز اور ہے... ہمیں ہوٹل میں الگ الگ داخل ہونا
چاہیے... الگ الگ میز پر بیٹھنا چاہیے۔"

"یہ اور بھی مناسب رہے گا۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"فرزانہ کی تجویز اور تمہیں پسند نہ آئے۔"

"تم بھی دے دیا کرو کوئی تجویز... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" محمود
مسکرایا۔

"میری ایسی عقل کہاں۔"

"تو پھر اپنی عقل پر آنسو بہاؤ نا... میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔"

"تم گاڑی میں پیچھے آجاؤ... ڈرائیونگ میں کر لیتا ہوں۔"

"کیوں اس کی کیا ضرورت پیش آگئی... کیا میں ٹھیک ڈرائیونگ نہیں
کر رہا؟" محمود نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا۔

"یہ بات نہیں... اس طرح میں تمہارے پیچھے نہیں پڑ سکوں گا۔"

"حد ہو گئی..." فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"یہ لو... میری باری میں حد ہو گئی... ہے کوئی تک۔"

"پتا نہیں... اب تم آگے آکر کیا کرو گے... ہم ہوٹل کاروان کے
نزدیک پہنچ چکے ہیں۔"

"دھت تیرے کی... ایک تو یہ ہوٹل بہت جلد آجاتا ہے... پتا نہیں
کیا ہے اس کو۔"

فاروق نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔"

"بھئی واہ... پوری پوری نقل اسے کہتے ہیں۔"

محمود نے بریک لگا دیئے... اور فاروق سے بولا۔

"چلو اترو نیچے۔"

"کک... کیوں... کیا میں نے کوئی جرم کیا ہے۔"

"تن ۔۔۔ نہیں ۔۔۔ فرزانہ کی تجویز پر عمل کرنا ہے یا نہیں۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"اوہ ہاں! فرزانہ کی تجویز ۔۔۔ گویا تم دونوں ایک ساتھ جاؤ گے اور میں الگ۔" اس نے برا مان کر کہا۔

"نہیں بھائی ۔۔۔ اسے چند قدم آگے اتاروں گا اور خود گاڑی پارک تک لے جاؤں گا۔"

"ہاں! اپنے لیے ہمیشہ آسان کام چنو گے۔" فاروق نے جل کر کہا۔

"یار یہ لو ۔۔۔ تم ڈرائیونگ سیٹ پر آجاؤ ۔۔۔" محمود نے جھلا کر کہا اور لگا نیچے اترنے۔"

"بس بس ۔۔۔ رہنے دو ۔۔۔ بڑے آئے کار سے نیچے اترنے والے۔" فاروق نے بڑی بوڑھیوں کے انداز میں کہا۔

اور پھر وہ نیچے اتر گیا ۔۔۔ کچھ آگے جاکر محمود نے فرزانہ کو اتار دیا ۔۔۔ خود آگے بڑھ گیا ۔۔۔ اس طرح وہ دونوں الگ الگ ہوٹل میں داخل ہوئے ۔۔ محمود ان سے پہلے اندر جاچکا تھا ۔۔۔ اسے انہوں نے ایک کونے والی میز پر بیٹھے دیکھا ۔۔۔ وہ بھی دو مختلف میزوں پر بیٹھ گئے ۔۔۔ جلد ہی انہوں نے ہوٹل کے مالک زاہد ہاشمی کو اندر داخل ہوتے دیکھا ۔۔۔ ان کی نظریں اس کا تعاقب کرتی رہیں ۔۔۔ یہاں تک کہ وہ اپنے دفتر کی طرف چلا گیا۔

اس دوران وہ اپنے اپنے لیے کھانے پینے کی ہلکی پھلکی چیزوں کا آرڈر دے چکے تھے ۔۔۔ ایسے میں فاروق کی نظریں دروازے پر اٹھ گئیں ۔۔۔ اور

وہیں چپک کر رہ گئیں ۔۔۔ محمود نے فاروق کی طرف دیکھا تو اسے دروازے کی طرف دیکھتے پایا ۔۔۔ اور حیرت زدہ بھی پایا ۔۔۔ لہٰذا اس نے بھی فوراً دروازے کی طرف دیکھا ۔۔۔ اس کا بھی وہی حال ہوا ۔۔۔ اسی طرح فرزانہ کو بھی دروازے کی طرف دیکھنا پڑا۔

اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

○☆○

کیا!!!

انسپکٹر جمشید نے ایک بہت بوسیدہ مکان کے دروازے پر دستک دی... اس وقت رات کے دس بج رہے تھے اور گلی سنسان پڑی تھی... ایک مدت بعد قدموں کی آواز سنائی دی اور پھر دروازہ کھل گیا... ایک بوڑھے آدمی کا چہرہ نظر آیا... اس نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے ان کا جائزہ لیا اور پھر بولا۔

"اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو آپ انسپکٹر جمشید ہیں۔"

"اس عمر میں بھی آپ کی آنکھیں بالکل درست پہچان لیتی ہیں' یہ دیکھ کر خوشی ہوئی۔"

"آیئے... آپ کو کوئی اہم کام ہے مجھ سے... ورنہ آپ کیوں آنے لگے۔" بوڑھا مسکرایا۔

"یہ بات نہیں آندرے خان... زندگی اس قدر مصروف ہو کر رہ گئی ہے کہ قریبی عزیزوں کے ہاں دو دو' تین تین سال تک نہیں جا پاتا... میں جہاں ضرورت محسوس کرتا ہوں' صرف وہاں جاتا ہوں۔" انہوں نے کہا اور

اس کے پیچھے اندر داخل ہو گئے۔

وہ انہیں ایک بے ڈھب سے کمرے میں لے آیا... یہاں ہر طرف ٹوٹ پھوٹی چیزیں بکھری پڑی تھیں... ایک ٹوٹی پھوٹی کرسی بھی وہاں موجود تھی... اس نے جلدی جلدی اس کو کپڑے سے جھاڑنا شروع کیا تو انسپکٹر جمشید بولے۔

"اوہو! رہنے دیں۔"

"کوئی بات نہیں... آپ کے کپڑے خراب ہو جائیں گے۔"

"بیٹھ جائیں۔" یہ کہہ کر انہوں نے اس کے ہاتھ سے کپڑا چھین کر دور پھینک دیا اور خود کرسی پر بیٹھ گئے... ان کے بیٹھنے سے کرسی چرچرائی' بوڑھا چارپائی کی پٹی پر ٹک گیا۔

"میری یاد کیسے آئی پھر۔"

"ایک واردات ہوئی ہے... اس میں آپ کی مدد کی ضرورت ہے... پہلے تو یہ بتائیں... اب کیا کر رہے ہیں۔"

"آپ کے خیال میں' میں کیا کرتا ہوں گا۔"

"کوئی نہ کوئی کام تو خیر آپ ضرور کرتے ہوں گے... بے کار بیٹھنے والے تو ہیں نہیں۔"

"ٹوپیاں بناتا ہوں اور ایک دکان پر دے دیتا ہوں... کسی زمانے میں جیل میں لمبے عرصے تک رہا تھا نا... تو وہاں جیل میں مجھ سے ٹوپیاں بنوائی گئی تھیں۔"

اس طرح اس کام میں مجھے مہارت حاصل ہو گئی تھی... یہ مہارت
جرم کی دنیا سے الگ ہونے کے بعد اس عمر میں بہت کام آئی۔"

"بہت خوب آندرے خان۔"

"مہربانی فرما کر اب مجھے اس نام سے تو نہ پکاریں... یہ نام تو میرا جرائم
کی دنیا میں تھا' میرا اصلی نام انور محمود ہے... ماں باپ کا رکھا ہوا نام۔"

"خیر مجھے یہ نام معلوم نہیں تھا... اب میں آپ کو انور محمود ہی کہوں
گا... میرے لیے یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ آپ اب آندرے خان
نہیں... جس سے بڑے بڑے مجرم گھبراتے تھے... اور پولیس بھی کانپتی
تھی... بلکہ اب آپ انور محمود ہیں... جو ہاتھ سے ٹوپیاں بنا کر فروخت
کرتے ہیں۔"

"جی ہاں! بس یہی ہے... اچھا آپ کا وقت بہت قیمتی ہے... آپ یہ
بتائیں' آنا کیسے ہوا... کیونکہ میں الجھن محسوس کر رہا ہوں..." اس نے
جلدی جلدی کہا۔

"میں آپ کی یادداشت سے فائدہ اٹھانے کے لیے آیا ہوں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"آپ کے ذہن میں ایک جرائم پیشہ ایسے چہرے والا ہو... جو بندر
نظر آتا ہو... اور قد بھی اس کا لمبا ہو۔"

"اوہ آپ راکاٹو کی بات کر رہے ہیں..." اس نے چونک کر کہا۔

"مجھے یہ نہیں معلوم کہ اس کا نام کیا ہے... کیونکہ ہمارے پاس اس

کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔"

"ہاں! میں جانتا ہوں... وہ کبھی بھی پکڑا نہیں گیا... اس معاملے میں
سب اسے خوش قسمت خیال کرتے ہیں۔"

"یہ شخص کیا کرتا ہے... اور کہاں ملے گا۔"

"سوال یہ ہے کہ آپ کو اس کی کیا ضرورت پیش آگئی ہے۔"

"ایک خزانے کا چکر ہے... اس نے بہت پرانے خزانے پر ہاتھ صاف
کیا ہے... جب کہ وہ خزانہ حکومت کا بنے گا شاید۔"

"شاید سے آپ کی کیا مراد... یعنی یہ بات آپ یقین سے نہیں کہہ
سکتے۔"

"ہاں... خزانہ خاندانی ہے... ہو سکتا ہے ملک کا قانون خاندانی وارث
کو مالک قرار دے... یہ فیصلہ عدالت کرے گی... بہرحال... خزانہ راکاٹو کا
نہیں ہے۔"

"تو اس لیے آپ کو اس کی تلاش ہے... خیر وہ آپ کو ہوٹل کاروان
میں ملے گا۔"

"کیا فرمایا... ہوٹل کاروان میں۔"

انسپکٹر جمشید چونکے۔

"لیکن آپ چونکے کیوں۔"

"ہوٹل کاروان سے اس معاملے کا تعلق پہلے ہی ثابت ہو چکا ہے...
لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ بندر جیسے چہرے والا یعنی راکاٹو بھی وہاں ملتا

ہے... آپ کا بہت بہت شکریہ... اب مجھے فوراً وہاں پہنچنا ہے۔"

"لیکن یہ خیال رہے... وہ بہت خطرناک ہے... پنڈلی میں ہر وقت خنجر اڑسے رہتا ہے اور جیب میں پستول، خنجر پھینکنے کا بہت ماہر ہے... اس کا نشانہ بھی بہت زبردست ہے... آج تک اس کی گولی خالی نہیں گئی۔"

"تب تو وہ بہت خطرناک ہے۔"

"ہاں! بہت سے بھی کچھ زیادہ۔"

انور محمود نے مسکرا کر کہا پھر بولا۔

"لیکن آپ اس کے لیے اس سے کہیں زیادہ خطرناک ثابت ہوں گے... دراصل آپ کا اور اس کا آج تک آمنا سامنا نہیں ہوا نا۔"

"امید ہے... اب ہوگا... اچھا شکریہ۔"

اور پھر وہ جلدی سے باہر نکل آئے... اب ان کی کار تیز رفتاری سے ہوٹل کاروان کی طرف جا رہی تھی... انہیں یہ خوف بھی تھا کہ محمود، فاروق اور فرزانہ ضرور ہوٹل کاروان گئے ہوں گے اور کہیں وہ راکانو سے نہ الجھ پڑیں... اچانک ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے... کیونکہ انہوں نے صاف طور پر محسوس کیا تھا کہ ان کا تعاقب کیا جا رہا ہے... انہوں نے یک لخت رفتار کم کر لی... تعاقب کرنے والی کار کی رفتار بھی کم ہو گئی... انہوں نے یک دم رفتار تیز کر لی تو تعاقب کرنے والی کار کی رفتار بھی تیز ہو گئی۔

اب تو وہ کار انتہائی رفتار سے چلانے لگے... اور بہت جلد انہوں نے تعاقب کرنے والی کار کو بہت پیچھے چھوڑ دیا... جب وہ نظروں سے

بالکل اوجھل ہو گئی تو انہوں نے اپنی کار سڑک سے اتار لی اور درختوں کی اوٹ میں کر لی۔ جلد ہی تعاقب کرنے والی کار آگے بڑھ گئی...

انہوں نے مناسب فاصلہ رکھ کر اس کار کا تعاقب شروع کیا... جب ذرا رفتار تیز ہوتی، تو وہ بھی اسی حساب سے رفتار تیز کر دیتے... اس طرح دونوں کاریں ایک گھنٹے تک چلتی رہیں... آخر اگلی کار ایک عمارت کے سامنے رکتی نظر آئی... انہوں نے اپنی کار دور ہی روک لی... اور بیٹھے دیکھتے رہے... اگلی کار سے چار لمبے قد کے آدمی نکلے اور عمارت میں داخل ہو گئے... اب وہ اپنی کار سے اترے اور اس عمارت کی طرف سرسری انداز میں بڑھنے لگے... دروازے کے سامنے رک کر انہوں نے ادھر ادھر دیکھا... دور دور تک کوئی نہیں تھا... آخر انہوں نے دروازے پر دباؤ ڈالا تو وہ کھلتا چلا گیا... اندر دائیں طرف ایک بورڈ پر کمروں کے نمبروں کے سامنے کمروں میں رہائش پذیر لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے... وہ سمجھ گئے کہ اس عمارت کے کمرے مختلف لوگوں کو کرائے پر دیے گئے ہیں... اب تو وہ چکرا گئے... یہ سوچ کر کہ کیا کریں... آخر وہ ایک ایک کمرے کے سامنے سے دبے پاؤں گزرنے لگے... تمام کمروں میں موت کا سناٹا طاری تھا... سب لوگ سوئے پڑے تھے... رات کے کے بجے تھی جاگنے کی... ایک ایک کر کے وہ آگے بڑھتے چلے گئے... یہاں تک کہ پہلی منزل کے تمام کمرے چیک کر ڈالے، اب وہ زینے کی طرف بڑھے... اوپر پہنچ کر انہوں نے اس منزل کے کمرے چیک کرنا شروع کیے... یہاں تک کہ ایک کمرے

میں انہیں روشنی نظر آگئی بلکہ اندر سے باتیں کرنے کی آواز بھی سنائی دے گئی... ان پر جوش طاری ہو گیا... انہوں نے کان دروازے سے لگا دیے، وہ بہت دیر تک اندر ہونے والی گفتگو سنتے رہے... بار بار ان کے کان کھڑے ہوتے رہے... آخر میں اندر یہ کہا گیا۔

"غور کرنے کی بات یہ ہے کہ وہ بوڑھے آندرے خان کے پاس کیوں گیا تھا۔"

"آندرے خان ہی بتا سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے... اسے اٹھا لاؤ۔"

"آپ کا مطلب ہے... آندرے خان کو اٹھا کر ہم یہاں لے آئیں۔"

ایک اور نے کہا۔

"ہاں بالکل۔"

"جو حکم..." اس آواز نے کہا۔

پھر قدموں کی آواز سنائی دی... انسپکٹر جمشید جلدی سے تاریکی میں چلے گئے... چاروں ادھر ادھر دیکھے بغیر نکلے اور چلے گئے... وہ وہیں دبکے رہے... ابھی وہ دخل اندازی نہیں کرنا چاہتے تھے... یوں وہ چاہتے تو ان چاروں کو جانے سے روک سکتے تھے۔

قریباً ایک گھنٹے کے انتظار کے بعد آخر وہ واپس لوٹے... بوڑھا آندرے ان کے آگے چل رہا تھا... وہ اس کے پیچھے کلاشن کوفیں اٹھائے ہوئے تھے... آندرے نے ہاتھ اوپر نہیں اٹھا رکھے تھے اور بہت بے خوفی

ے چل رہا تھا... آخر وہ اسے اسی کمرے میں لے گئے... ساتھ ہی انہوں نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی... وہ دبے پاؤں آگے آگئے اور کان روازے سے لگا دیے۔

"جلدی بتاؤ آندرے... اب تمہاری عمر گزر چکی ہے... مدت ہوئی تم نے جرائم چھوڑ دیے... لہٰذا اب تم مار کہاں برداشت کر سکتے ہو۔"

"میں نے بتایا نا... انسپکٹر جمشید کبھی کبھی مجھ سے ملنے آجاتے ہیں۔"

"ہم نے صرف یہ پوچھا ہے... وہ آج کس لیے آئے تھے۔"

"بس یونہی..." اس نے کہا۔

ساتھ ہی ایک زوردار تھپڑ کی آواز سنائی دی... انسپکٹر جمشید کا خون کھول اٹھا... انہوں نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔

"کون... اس وقت کے تکلیف ہے..." اندر سے گرج دار آواز میں کہا گیا۔

"تار ہے جناب آپ کا۔" انسپکٹر جمشید نے آواز بدل کر کہا۔

"بھاگ جاؤ... صبح لے کر آنا۔"

"یہ تار ہے صاحب... عام خط نہیں ہے... اس میں کسی موت کی خبر ہوا کرتی ہے عام طور پر۔"

"اچھا ٹھہرو... باکے تار لے لو۔"

دروازہ تھوڑا سا کھلا، ساتھ ہی انسپکٹر جمشید نے پاؤں اٹھایا اور دروازے کو دھکا جو مارا تو بانکا فرش پر جا گرا۔

"ارے یہ کیا... کیا ہوا بانکے..." وہی آواز سنائی دی۔

"پتا نہیں... کون الو کا پٹھا ہے..." بانکے اٹھتا ہوا بولا۔

اتنی دیر میں انسپکٹر جمشید اندر آچکے تھے... انہوں نے دروازہ اند[ر] سے بند کر دیا۔

"تت... کون ہو تم..." اندر موجود اس شخص نے کہا جس کی آواز اب تک سنتے آرہے تھے۔

"میں تو اپنا تعارف کرا ہی دوں گا... پہلے آپ اپنا نام بتائیں۔"

"میرا نام... نہیں پہلے تم بتاؤ۔"

"اچھی بات ہے... میں انسپکٹر جمشید ہوں۔"

"کیا!!!" وہ اچھل پڑے... حالانکہ وہ جانتے تھے... یہ اچھل پڑنا بالکل مصنوعی تھا... وہ پہلے ہی انہیں پہچانتے تھے۔

"جی ہاں! اب ذرا آپ اپنا تعارف کرا دیں۔"

"میں تیمور ہوں۔"

"نہیں... بلکہ میرا خیال ہے کہ آپ کا نام تیمور نہیں ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تت... کیا مطلب... میرا نام تیمور نہیں ہے... تو پھر کیا ہے۔"

"یہ آپ بتائیں۔"

"لیکن مجھے کوئی اور نام بتانے کی کیا ضرورت ہے' جب کہ میرا نا[م] یہی ہے۔"

"اگر آپ کا نام یہی ہے تو پھر آپ صرف اتنا بتادیں کہ میرا تعاقب کس لیے کرایا گیا تھا۔"

"آپ کا تعاقب... بھلا میں کیوں کراتا۔"

"پھر یہ آندرے خان یہاں کیوں موجود ہیں۔"

"ہمیں ان سے کچھ کام تھا... بلا کر لائے ہیں انہیں یہاں۔"

"یہ بات نہیں ہے انسپکٹر صاحب! یہ لوگ مجھے اغوا کر کے لائے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں... آپ فکر نہ کریں... یہ شروع سے میرا تعاقب کر رہے تھے... لیکن پہلی مرتبہ انہوں نے بہت زیادہ فاصلے پر رہ کر تعاقب کیا تھا اور میں اس وقت جلدی میں نہیں تھا... آہستہ رفتار سے کار چلا رہا تھا... لہذا انہوں نے مجھے احساس نہ ہونے دیا' لیکن جب میں آپ سے مل کر لوٹا تو یہ احتیاط نہ کرسکے اور مجھے تعاقب کا پتا چل گیا... پھر میں نے انہیں دھوکا دیا اور یہ مجھ سے آگے نکل گئے... لیکن انہیں یہ پتا نہ چل سکا کہ میں پیچھے رہ گیا ہوں... اس طرح میں نے ان کا یہاں تک تعاقب کیا... پھر میں نے اندر داخل ہو کر ان کی بات چیت بھی سنی... سنا تم نے مسٹر ارمان خان۔"

"کیا!!!" وہ زور سے چلایا... عین اس وقت دروازے پر بے تکے انداز میں دستک ہوئی۔

○☆○

کہانی کا بھوت

ہوٹل میں ایک شخص داخل ہوا تھا... اس کے چہرے پر فاروق کی نظریں چپک کر رہ گئی تھیں... اس کی وجہ صرف اور صرف یہ تھی کہ اس کا چہرہ بالکل بندر جیسا تھا اور قد لمبا تھا۔

"اف مالک! یہ تو وہی ہے... یعنی ہمارا شکار۔" اس دوران تینوں ایک میز پر جمع ہو چکے تھے۔

"ہاں! یہ بالکل وہی ہے... لیکن ابھی کچھ نہیں کرنا... تیل دیکھو... تیل کی دھار دیکھو۔"

محمود بولا۔

"مجھے تو ان میں سے ایک بھی نظر نہیں آ رہی ہے۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"تم اپنی نظر ٹیسٹ کراؤ۔"

"اوہ اچھا... شکریہ... ایک منٹ... وہ کاؤنٹر کا رخ کر رہا ہے... تم دونوں یہیں ٹھہرو... میں معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ یہ کس چکر

میں یہاں آیا ہے... خیال رہے... اب یہ نکل کر نہ جانے پائے۔"

"اوکے... تم فکر نہ کرو... یہ ہرگز نکل کر جانے نہیں پائے گا... نکل کر جانے کی کوئی ایسی ضرورت پیش آ گئی تو ہم نکل کر جانے پائیں گے..." فاروق نے جلدی جلدی کہا... لیکن محمود اس کا جملہ سننے کے لیے کب رکا تھا۔

"کوئی فائدہ ہوا اس جملے کا... کوئی ضرورت تھی بھلا... اپنی زبان کا فضول استعمال کرتے رہتے ہو۔" فرزانہ نے جل بھن کر کہا۔

"میں جانتا ہوں' سوچ سکتا ہوں... سمجھتا ہوں۔" فاروق نے اسے گھورا۔

"اچھا اچھا... اب آنکھوں ہی آنکھوں میں کھا جاؤ گے کیا۔" فرزانہ نے گھبرا کر کہا۔

"میں آدم خور نہیں ہوں... وہ بھی آنکھوں کا۔"

فاروق بولا۔

"باتوں میں بھلا تم سے کوئی جیت سکتا ہے۔"

"میں نے کب کہا کہ جیت سکتا ہے۔"

وہ مسکرایا۔

"اچھا بس... خبردار جو اب تم نے میرا دماغ چاٹا۔"

"اچھا... اس سے پہلے تم دماغ چنواتی رہی ہو... حیرت ہے۔"

"ارے باپ رے... ہم باتوں میں لگے ہوئے ہیں اور وہ باہر جا رہا

ہے۔

"ارے... یہ محمود کدھر نکل گیا... وہ آرہا ہے... اس کے چہرے پر بھی گھبراہٹ ہے... چلو اٹھو۔"

انہیں اٹھتے دیکھ کر محمود کا رخ خود بخود دروازے کی طرف ہوگیا... اب تینوں باہر نکلے... بندر جیسے چہرے والا پہلے ہی ایک کار میں بیٹھ چکا تھا... انہوں نے اپنی کار میں بیٹھنے میں بہت تیزی دکھائی... دوسرے ہی لمحے وہ اس کے پیچھے اڑے جارہے تھے... محمود کے چہرے پر سختی کے آثار تھے۔

"یہ کہاں جارہا ہے۔"

فاروق نے پوچھا۔

"بہت دبی آواز میں بات چیت ہوئی... میں سن نہ سکا... اگر پہلے معلوم ہوتا کہ یہ اتنی دبی آواز میں بات کریں گے تو فرزانہ کو بھیجتا اور خود تمہارے پاس رہتا۔"

"تب پھر تمہارے دماغ میں بھی اس وقت کچھ نہ بچا ہوتا۔" فرزانہ نے برا سا منہ بنایا۔

"کیا مطلب؟ یہ کیا بات ہوئی۔"

"اتنی سی دیر میں یہ حضرت میرا دماغ چاٹ گئے تھے۔"

"بری بات ہے فاروق۔"

محمود نے منہ بنایا۔

"میری کوئی بات تمہیں اچھی لگتی ہی نہیں... لہذا کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

فاروق بولا۔

"پتا نہیں یہ حضرت کہاں جاکر رکیں گے۔"

فرزانہ بڑبڑائی۔

"شکر کرو... نظر تو آگئے... اب کہیں نہ کہیں تو رک ہی جائیں گے۔"

محمود نے مسکرا کر کہا۔

آدھ گھنٹے بعد انہوں نے کار کو ایک عمارت کے سامنے رکتے دیکھا... وہاں پہلے بھی ایک کار کھڑی تھی، لیکن انہوں نے اس کی طرف توجہ نہ دی... اس وقت توجہ دے بھی کیسے سکتے تھے۔

بندر جیسے چہرے والا اندر داخل ہوگیا... انہوں نے بھی اندر داخل ہونے میں دیر نہ لگائی... وہ بہت جلدی میں تھا اور پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھ رہا تھا... لہذا اسے ان کا پتا نہ چلا... وہ سیڑھیاں چڑھ کر دوسری منزل پر پہنچا... یہ بھی سیڑھیاں چڑھنے لگے... پھر انہوں نے اسے دستک دیتے دیکھا۔

وہ جہاں تک پہنچے تھے... وہیں رک گئے... اور پھر دروازہ کھلا... وہ فوراً اندر داخل ہوگیا... اب وہ آگے بڑھے اور اپنے کان دروازے سے لگا دیئے... اندر کوئی کہہ رہا تھا۔

"بہت خوب... تم آگئے... راکانو... اب آئے گا مزا... ہم ان سے نبٹ لیں گے۔"

تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... جیسے کہ رہے ہوں' اب کیا کریں... محمود نے دروازہ دھڑا دھڑ دیا... اندر یک لخت سناٹا چھاگیا۔

"کون؟" ایک سخت آواز ابھری... یہ اسی کی تھی جس نے ابھی ابھی بات کی تھی۔

"ہماری آمد سے آپ کو شاید اتنی خوشی نہ ہو... جتنی کہ مسٹر راکانو کے آنے سے ہوئی ہے... ویسے نام ان صاحب نے چن کر رکھا ہے..." فاروق نے چہکتی آواز میں کہا۔

"پتا نہیں کون بدتمیز ہیں... دروازہ کھول دیتا ہوں۔" ایک اور آواز سنائی دی اور وہ دھک سے رہ گئے... کیونکہ یہ آواز ان کے والد کی تھی... ساتھ ہی دروازہ کھل گیا... تینوں فوراً اندر داخل ہوگئے۔

"ارے!" ارمان خان اچھلا۔

"یہ ارے کہنے والے کون صاحب ہیں... ہم جن کے پیچھے یہاں تک آئے ہیں... وہ تو خیر نوکا راکا ہیں۔"

"نوکا راکا نہیں راکا نوکا۔" اس نے بھنا کر کہا۔

"ایک ہی بات ہے..." فاروق مسکرایا۔

"ابا جان... معلوم ہوتا ہے... جرم کا بازار بند ہونے کو ہے۔"

"ہاں! تم وقت پر پہنچے... کرلو جو خریداری کرنا ہے۔" وہ مسکرائے۔

"ارے باپ رے... آج آپ نے ترکی بہ ترکی جواب دینے کی تو نہیں ٹھان رکھی۔"

"نہیں... ذرا تم یہ سن لو کہ میاں یہاں کیسے پہنچا... پھر تم اپنی سنادینا... اس کے بعد ہم ان کی سن لیں گے۔"

"گویا ہم یہاں صرف کہانیاں سننے سنانے آئے ہیں... یہ کام تو ہم گھر بیٹھ کر بھی کرسکتے تھے... فاروق نے منہ بنایا۔

"گھر بیٹھے ہم ان کی کہانی نہیں سن سکتے تھے... فرزانہ نے بھنا کر کہا۔

"اوہ ہاں! خیر... یوں ہی سہی... چلئے ابا جان... آپ سنائیں۔"

انہوں نے تفصیل سنادی... اب ان تینوں نے اپنی تفصیل سنائی... ان کے خاموش ہونے پر انسپکٹر جمشید ارمان خان اور راکانو کی طرف مڑے۔

"اب تم کیا کہتے ہو... تم سناؤ۔"

"یہ نہ کہو... کہانی تو خیر ہے... کہو تو میں سنادوں۔"

"واہ! یہ خوب رہے گا... کہانی ان کی... سنائیں گے آپ۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"اب کیا کروں... یہ تو سنائیں گے نہیں۔"

"چلئے پھر آپ ہی سنادیں۔"

"یہاں مزا نہیں آئے گا... کیونکہ یہاں غلام رسول نہیں ہے... میرا خیال ہے... اس کی حویلی چلتے ہیں۔"

"جیسے آپ کی مرضی... اسے یہاں کیوں نہ بلالیا جائے۔"
محمود نے کہا۔

"نہیں... یہ کہانی حویلی سے شروع ہوئی... وہیں ختم ہوگی... اکرام کو فون کرو... بڑی گاڑی لے کر آجائے۔"

آخر اکرام کو فون کیا گیا' اس طرح سب لوگ حویلی پہنچے... غلام رسول دروازے پر آیا تو حیران رہ گیا... ایسے میں فاروق نے کہا۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں... ہم آپ کو آپ کا بھوت لوٹانے آئے ہیں۔"

"کیا کہا۔"

"ہاں یہی بات ہے... ہمیں اندر لے چلیں۔"

وہ انہیں اندر لے آیا... سب بیٹھ گئے... کرسیوں کا انتظام تو تھا نہیں... انہیں دری پر بیٹھنا پڑا۔

"میں سناتا ہوں... سب لوگ سنیں گے... اگر میں کہیں غلطی کروں تو مجھے ٹوک سکتے ہیں... اس کیس میں اکرام نے بہت کام کیا ہے۔"

"جی کیا مطلب... انکل اکرام تو ہمیں اس کیس میں شروع میں نظر آئے تھے... حویلی سے نشانات اٹھوانے کے سلسلے میں۔"

"اس کے بعد انہوں نے پس پردہ رہ کر کام کیا ہے نا... یہ ایک بہت پرانی لائبریری گئے... وہاں مغلوں کی تاریخ نکلوائی... پھر خاص طور پر اس شہر کے مجوزہ محلّہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں... پتا چلا کہ مغلوں

محلے میں مغل شہزادے آکر عیش و عشرت کے سارے سامان کیا کرتے تھے... وہ حویلی اسی غرض کے لیے بنوائی گئی تھی... جب مغلوں کا سورج غروب ہوا... تو آخری مغل شہزادے نے اپنی دولت کا انبار اس حویلی میں کہیں چھپادیا یا دفن کردیا... دفن کرنے کے سلسلے میں سنا ہے اس نے چند معماروں کی خدمات حاصل کی تھیں... اور پھر اس نے ان معماروں کو قتل کردیا تھا تاکہ اس خزانے کا راز راز ہی رہے... اس کے بعد شہزادے کا خاندان اس حویلی میں آباد ہوگیا۔

شہزادہ انہیں خزانے کا راز بتائے بغیر مرگیا... ادھر معماروں کے خاندان کو یہ تو معلوم تھا کہ ان کے گھر کے افراد کو شہزادے نے بلایا تھا... یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کہاں گئے ہیں... لہٰذا انہوں نے ان کی تلاش شروع کی... ان کی تلاش بھی حویلی تک پہنچی... لیکن نہ تو وہ اپنے عزیزوں کو تلاش کرسکے نہ شہزادے کو پاسکے... تاہم انہیں بھی کسی طرح یہ معلوم ہوگیا کہ ہوا کیا ہے... یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ انہیں اپنے عزیزوں کی لاشیں مل گئی تھیں... اس وقت انہوں نے یہ پختہ ارادہ کیا کہ اب وہ اس خزانے کو مغل خاندان کے کسی فرد کے ہاتھ نہیں لگنے دیں گے... اور اس کا حل یہ تھا کہ خزانہ ان کے ہاتھ لگ جائے... انہوں نے خزانے کی تلاش شروع کردی... اس طرح یہ سلسلہ مسلسل چلتا رہا... ایک مرتا تو اس کی جگہ اس کا بیٹا لے لیتا... لیکن تلاش کا سلسلہ ختم نہ ہوا... حویلی میں رہنے کے لیے انہوں نے بھوت کا ڈھونگ رچایا... ورنہ کون انہیں

رہنے دیتا... لیکن یہ امن پسند بھوت تھے... حویلی والوں کو کہانیاں سنایا
کرتے تھے... کہانیوں کی کتابیں لے آتے تھے اور وہ پڑھ کر سناتے رہا
کرتے تھے... آلات وغیرہ پہلے تو دیواروں میں فٹ نہیں رہے ہوں گے...
لہٰذا اس وقت ذرا نزدیک آکر سرگوشی کے لہجے میں کہانیاں سناتے ہوں
گے... آلات کا زمانہ آیا تو دور رہ کر اپنی آواز ان تک پہنچانے لگے...
مطلب یہ تھا کہ خزانہ تلاش کریں گے... پھر خزانہ تلاش کرنے کے لیے
بھی انہوں نے جدید آلات کا سہارا لیا' اور اس طرح بہت نیچے کہیں دفن ہیں...
خزانے کا سراغ انہیں مل گیا... اور بھوت حویلی سے غائب ہوگیا... اب
انہیں حویلی میں مسلسل رہنے کی ضرورت نہیں تھی... خزانہ کب نکالا
تھا... اس بارے میں غور کرنے کی ضرورت تھی۔

یہ غور کرنے اور پورا منصوبہ ترتیب دینے کے لیے انہوں نے یہ جگہ
مقرر کی تھی... لیکن اس دوران انہیں یہ پتا چل چکا تھا کہ ہم بھی ان کی
ٹوہ میں ہیں... لہٰذا انہوں نے ہمارا تعاقب کروانا شروع کردیا... اور اس
تعاقب کے سلسلے میں ان تک پہنچا... اور تم لوگ ہوٹل کاروان سے ہوکر
یہاں تک پہنچے... یہ ہے کل کہانی... گویا اس وقت ارمان خان اور راکالو
جو ہمارے سامنے ہیں' یہ اسی معمار خاندان کے لوگ ہیں نا اور یہ بے چارہ
غلام رسول اس شہزادے کے خاندان سے ہے... اور وہ خزانہ ابھی تک
حویلی کے نیچے موجود ہے... اس کا یہ لوگ سراغ ضرور لگا چکے ہیں... لیکن
ابھی کھدائی نہیں کرا سکے... میں نے ان کی باتیں بہت دیر تک سنی ہیں...

اور اسی وجہ سے میں ساری کہانی مکمل کرپایا ہوں... پھر کام اکرام نے
کروالا... کیوں دوستو... میں نے کوئی بات غلط تو نہیں کہی..." یہاں تک
کہ کر وہ خاموش ہوگئے۔

ارمان خان اور راکالو کچھ نہ بولے۔

"ان کی اور ان کے ساتھیوں کی خاموشی کا مطلب یہ ہے کہ کہانی سو
فیصد درست ہے... اور اس دوران یہ لوگ دو آدمیوں کو ہلاک بھی کر چکے
ہیں... اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو شاید انہیں عدالت سزا بھی نہ سناتی... اب
سوال رہ گیا خزانے کا... اس کا فیصلہ عدالت کرے گی کہ وہ حکومت کے
خزانے میں شامل ہونا چاہیے یا غلام رسول صاحب کو ملنا چاہیے۔"

"نن... نہیں... نہیں... مجھے وہ خزانہ نہیں چاہیے... آپ اسے نکلوا
کر لے جائیں اور حکومت کے خزانے میں شامل کرلیں... ایسے خونی
خزانے کو میں لے کر کیا کروں گا۔ جس کو صرف چھپانے کے لیے ان کے
خاندان کے کئی افراد کو قتل کیا گیا... پھر خزانہ حاصل کرنے کے لیے انہوں
نے دو افراد کو قتل کیا... اب اگر یہ خزانہ مجھے مل جاتا ہے تو لوگ مجھے
کب زندہ رہنے دیں گے... لہٰذا ایسے خونی خزانے کو سات سلام... بلکہ
دور سے سلام... میں بے خزانے ہی بھلا۔"

"خیر... اگر آپ اپنے طور پر یہ فیصلہ کررہے ہیں... تو عدالت میں
معاملے کو لے جانے کی بھی ضرورت نہیں ہوگی... آپ کے اس نیک
جذبے کو دیکھ کر میں آپ کے لیے اچھی سی ملازمت کی کوشش کرسکتا

ہوں۔"

"جی نہیں میں اپنی موجودہ ملازمت سے بھی خوش ہوں... آپ کچھ کرسکتے ہیں تو میری ایک خواہش پوری کردیں۔"

"ہاں کہیے... میں ضرور خواہش پوری کروں گا۔"

"آپ وعدہ کررہے ہیں۔"

"ہاں! کررہا ہوں وعدہ... آپ بتائیں بھی تو۔" وہ مسکرائے۔

"تو پھر مجھے اچھی اچھی' پیاری پیاری کہانیاں سنانے والا ایک بھوت لادیں۔"

"کیا کہا۔"

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا... وہ حیرت زدہ انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگے... جیسے سوچ رہے ہوں... اس کی اس بات کا کیا جواب دیں... کہانیاں سنانے والا بھوت وہ انھیں کہاں سے لاکردیں۔

انھوں نے دیکھا... غلام رسول کی آنکھوں میں دو آنسو آگئے تھے... دونوں آنسو اس کے گالوں پر اٹک کر رہ گئے تھے... وہ دو آنسو انھیں یہ کہتے محسوس ہوئے۔

"میں جانتا ہوں... آپ میری یہ خواہش پوری نہیں کرسکتے۔"

دوسرے دن وہ خزانے تک پہنچ چکے تھے' اور حکومت کے بڑے بڑے ارکان اس خزانے کو دیکھ دیکھ کر حیرت میں ڈوبے جارہے تھے' کیونکہ وہ اس قدر بڑا تھا کہ اس سے ایک پوری حکومت کو آسانی سے چلایا جاسکتا تھا۔

۲۵۰ روپے کا نقد انعام

بھوت کی چوری

کا انعامی سوال

سوال: آپ کو اس ناول میں کس کا کردار سب سے اچھا لگا؟

- سوال کا جواب کاپی سائز کاغذ پر لکھیں۔
- جواب الگ الگ کاغذ پر دیں۔
- سوال کا جواب، ناولوں پر تبصرہ اور آیندہ ناولوں کی رعایتی قیمت پر خریداری کے لیے آرڈر وغیرہ کے لیے آپ ایک ہی لفافہ استعمال کرسکتے ہیں۔
- آپ سوال کا جواب ۱۰ اپریل تک ارسال کر دیں۔
- انعام موصول ہونے والے درست جوابات کی قرعہ اندازی کے ذریعے دیا جائے گا۔

(ادارہ)